REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۵ — شمارہ ۱۳

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ایڈیٹر:- مُنیر احمد خادم

نائب ایڈیٹر:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ۱۰۰ روپے۔ بیرونی ممالک:- بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

۸ ذیقعدہ ۱۴۱۶ ہجری — ۲۸ امان ۱۳۷۵ ہش — ۲۸ مارچ ۱۹۹۶ء

اخبار احمدیہ

لندن ۲۵ مارچ ۹۶ء (ایم-ٹی-اے) سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب کرام پیارے آقا کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر آن حضور پُرنور کا حامی و ناصر ہو۔ اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

—※—

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نماز میں حصولِ ذوق کا ذریعہ

حضور علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ کبھی نماز میں لذت آتی ہے اور کبھی وہ لذت جاتی رہتی ہے۔ اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: ہمت نہیں ہارنی چاہیئے بلکہ اس لذت کے کھوئے جانے کو محسوس کرنا اور پھر اس کو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ جیسے چور آوے اور وہ مال اُڑا لے جاوے تو اس کا افسوس ہوتا ہے اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئندہ اس خطرہ سے محفوظ رہے۔ اس لئے معمول سے زیادہ ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح پر جو خبیث نماز کے ذوق اور اُنس کو لے گیا ہے تو اس سے کس قدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے؟ اور کیوں نہ اس پر افسوس کیا جاوے؟ انسان جیسے یہ حالت دیکھے کہ اس کا اُنس و ذوق جاتا رہا ہے تو وہ بے فکر اور بے غم نہ ہو۔ نماز میں بے ذوقی کا پیدا ہونا ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے جیسے ایک مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے۔ اسی طرح پر جس کا رُوحانی مذاق بگڑ جاوے اس کو بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے۔

یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذت کا ہے۔ جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمہ لذت مکدر ہو جاتا ہے اور پھر لذت نہیں رہتی۔ مثلاً جب ناحق گالی دے دیتا ہے یا ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر بدمزاج ہو کر بدزبانی کرتا ہے تو پھر ذوقِ نماز جاتا رہتا ہے۔ اخلاقی قُویٰ کو لذت میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب انسانی قُویٰ میں فرق آئے گا تو اس کے ساتھ ہی لذت میں بھی فرق آجاوے گا۔ پس جب کبھی ایسی حالت ہو کہ اُنس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے تو چاہیئے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے۔ اور اس کا علاج ہے توبہ، استغفار، تضرع۔ بے ذوقی سے ترکِ نماز نہ کرے۔ بلکہ نماز کی اور کثرت کرے جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو لذت اور سرور آجاتا ہے۔ پس جس کو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو اُس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور تھکنا مناسب نہیں۔ آخر اسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہو جاوے گا۔ دیکھو پانی کے لئے کس قدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے۔ جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں جو تھکتے نہیں وہ آخر نکال ہی لیتے ہیں۔ اس لئے اس ذوق کو حاصل کرنے کے لئے استغفار، کثرتِ نماز و دُعا، مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے۔

بہترین وظیفہ

نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں حمدِ الٰہی ہے۔ استغفار ہے اور دُرود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دُور ہوتے ہیں۔ اور مشکلات حل ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ اطمینان و سکینتِ قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ لوگوں نے قسم قسم کے ورد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اور ایک نئی شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مقابلہ میں بنا دی ہوئی ہے۔ مجھ پر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں اور حیرت سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے خود شریعت بنائی ہے۔ اور نبی بنے ہوئے ہیں۔ اور دُنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان وظائف اور اوراد میں دُنیا کو ایسا ڈالا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بعض لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ اپنے معمول اور اوراد میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ نمازوں کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ میں نے مولوی صاحب سے سُنا ہے کہ بعض گدی نشین شاکت مت والوں کے منتر اپنے وظیفوں میں پڑھتے ہیں۔ میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیئے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو۔ اور مسنون دُعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دُعائیں کرو۔ اس سے تمہیں اطمینانِ قلب حاصل ہوگا۔ اور سب مشکلات خدا تعالیٰ چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔ نماز یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے اسی لئے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۲۱ - ۴۲۳)

منیر احمد حافظ آبادی پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۸ ر امان ۱۳۷۵ ہش

ایڈز ۔ قدرت کا ایک بھیانک انتقام

(۳)

ابتداء میں جب ایڈز کا موذی مرض امریکہ اور بعض ممالک میں پھیلنا شروع ہوا تو کثرت سے یورپ و امریکہ میں ایسے مضامین منظرِ عام پر آئے جن میں صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ اس مرض کا علاج صرف اور صرف یہی ہے کہ انسان بے حیائیوں سے باز آجائے اور عصمت کی طرف لوٹے ۔ لیکن چونکہ عوام کے مزاج سالہا سال کی بے حیائیوں کے نتیجہ میں ایسے بگڑ چکے تھے کہ ان کا پاکدامنی کی طرف لوٹنا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا ۔ دوسری طرف بیماری دن بدن پھیلتی چلی جارہی تھی ۔ اس لئے پھر کہا گیا کہ بے شک بے حیائی کرو ، زنا میں مصروف رہو ، ہم جنس پرستی کا شکار رہو ، لیکن ایسے مواقع پر احتیاطی تدابیر اختیار کرلیا کرو ۔ لیکن قدرت نے جس مرض کو بے حیا انسانوں کی سزا کے لئے مقرر کیا ہے وہ بھلا ایسی تدبیروں سے کس طرح ہٹ سکتی ہے ۔ ایڈز میں مبتلا لاکھوں مائیں روزانہ ایڈز زدہ بچے پیدا کر رہی ہیں ۔ اور ایڈز میں ملوث لاکھوں مرد و عورت ایڈز سے پاک افراد کو روزانہ ہی ایڈز کا تحفہ دے رہے ہیں ۔ تیسری دنیا کے ممالک میں ہزاروں افراد کو ایڈز زدہ خون چڑھایا جا رہا ہے ۔ اور کم علمی اور جہالت یا مفاد پرستی سے ایڈز میں ملوث افراد کے انجکشن ایڈز سے پاک معصوم افراد کو لگائے جارہے ہیں ۔ اور اس طرح روز بروز یہ بیماری نہایت خوفناک سطح پر اوپر اٹھتی چلی جارہی ہے ۔ اور اندیشہ ہے کہ ۲۰۰۰ء تک یہ بیماری کہیں ایسی حدود کو نہ پھلانگ جائے جس کے تصور سے کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔

چنانچہ اسی خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے برطانیہ کی سابقہ ڈائریکٹر آف ہیلتھ ایجوکیشن مِس لِنڈسے (MISS LINDSAY) نے کہا ہے کہ ۲۰۰۰ء تک ایڈز کی بیماری ایک مہاماری کے طور پر خوفناک شکل اختیار کرنے والی ہے ۔ مِس لِنڈسے جو اِن دنوں انگلینڈ میں ایڈز سے متعلق احتیاطی تدابیر کی مہم میں کام کر رہی ہیں نے ایڈز کی بیماری کے دنیا کی اقتصادیات پر مترتب ہونے والے خوفناک اثرات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ۲۰۰۰ء تک دنیا بہت سے اہم شعبوں میں کام کرنے والے ہوشیار اور بیدار مغز دانشوروں اور سائنسدانوں کو کھو دے گی جو اِن دنوں ایڈز کی لاعلاج و خطرناک بیماری کا شکار ہوکر اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار رہے ہیں ۔ (انڈین ایکسپریس یکم فروری ۱۹۹۶ء)

اس تمام تر مصیبت کا حل تو یہی ہے کہ دنیا بے حیائیوں سے باز آکر اپنے مولیٰ حقیقی کی طرف رجوع کرے ۔ اور اس کے لئے بہترین حل یہ ہے کہ اسلام کی حسین تعلیمات پر عمل پیرا ہوا جائے ۔ اگرچہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی بنیادی طور پر بے حیائی سے منع کیا گیا ہے لیکن صحیح اور قابلِ عمل لائحہ عمل اگر کسی مذہب نے پیش کیا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے ۔

اِس وقت دنیا افراط و تفریط کا شکار ہے ۔ بعض اقوام ایسی ہیں جو زنا جیسے فعل میں (جو مرد و عورت کی رضامندی سے ہو) کوئی قباحت محسوس نہیں کرتیں ۔ ان کے نزدیک ہر مرد و عورت اپنی مرضی سے جنسی تعلقات قائم کر سکتے ہیں ، ان کے لئے شادی جیسے فرسودہ بندھن اور شادی کی ذمہ داریوں میں پھنسنے کی کوئی ضرورت نہیں اور حیرت ہے کہ ایسے لوگوں کے ہمخیال انگلینڈ کے وہ پادری صاحبان بھی ہیں جنہوں نے کسی زمانہ میں پوری دنیا میں عیسائیت کے بیج بکھیرے تھے ۔ چنانچہ چرچ آف انگلینڈ کے ہیڈ آرچ بشپ ڈاکٹر کیری اور چرچ صلاحکار بورڈ نے گزشتہ سال برملا کہا تھا کہ شادی کے بغیر اب میاں بیوی بن کر رہنا گناہ نہ سمجھا جائے ۔ اور چرچ کو ایسے غیر شادی شدہ جوڑوں کا استقبال کرنا چاہیئے ۔ اور زناکاری کے ان کے گناہ پر دھیان نہ دینا چاہیئے ۔ یہ بھی کہا کہ مرد کا مرد کے ساتھ اور عورت کا عورت کے ساتھ ناجائز تعلق رکھنا اور بدمعاشی کرنا بھی برا نہ سمجھا جائے ۔ کیونکہ ایسوں میں سے کچھ لوگ زیادہ تعلیم یافتہ اور ہنرمند ہوتے ہیں ۔ ان دنوں اخبار ٹائمز آف انڈیا نے یہ خبر ڈاکٹر کیری کی تصویر کے ساتھ شائع کی ۔ جبکہ اخبار ہندوستان ٹائمز نے اس کا عنوان " LIVING IN SIN IS NO SIN " دیا تھا ۔

ایک طرف تو ایسے لوگ ہیں لیکن دوسری طرف وہ بھی ہیں جو جائز رنگ میں شادی کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور تمام عمر برہمچریہ یا بغیر شادی کے رہنے کو ثواب سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ ہندوؤں کے کئی مقدس بزرگ اس کے قائل رہے ہیں ۔ عیسائیوں میں بھی یہ رسم پرانی ہے ۔ چنانچہ یورپ میں کئی ایسے گرجے ہیں جن کو مانسٹری کہتے ہیں ۔ یہ اس خیال سے بنائے گئے ہیں تا ان میں مردوں اور عورتوں کو بغیر شادی کے زندگی گزارنے کی تعلیم دی جائے ۔ مجرّد مردوں کو مانک اور عورتوں کو نن کہا جاتا ہے ۔ لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ایسے مقامات ہی جہاں پر یہ برہمچریہ اور مانک یا ننز رہتے تھے بعد میں بے حیائی کے اڈے بن گئے ۔ اور یہی راہبات اور دیوداسیاں بالآخر بازاری عورتوں اور طوائفوں میں تبدیل ہوگئیں ۔

یہ تو دیگر مذاہب میں مذہبی اعتبار سے افراط و تفریط کی تعلیم ہے ۔ لیکن یورپ کے بعض آزاد خیال مرد اور عورتیں اس لئے بھی شادی نہیں کرتے کہ وہ شادی کے نتیجہ میں اُن پر پڑنے والی ذمہ داریوں کو ادا کرنا نہیں چاہتے ۔ ایک آزاد مرد کو شادی کے نتیجہ میں ایک عورت کے بندھن میں بندھ جانا پڑتا ہے ۔ اس کی اور اس کے بچوں کی نگہداشت اور پرورش کی ذمہ داریاں ادا کرنی پڑتی ہیں ۔ اس لئے وہ شادی سے گریز کرتا ہے ۔ ایک آزاد عورت کو شادی کے بعد ایامِ حمل و ایامِ رضاعت سخت تکالیف میں گزارنے پڑتے ہیں ۔ بلاوجہ شوہر کی اطاعت کرنی پڑتی ہے جبکہ وہ تو نہایت آزادی و بے باکی سے اپنی زندگی کلبوں اور ناچ گھروں میں گزارنا چاہتی ہے ۔ وہ روز ہی نئے مرد کی تلاش میں رہتی ہے ۔ اور آزاد مرد نئی عورت کی تلاش میں رہتا ہے ۔ اور اس طرح وہ شادی کے بغیر اپنی نفسانی خواہشات کو نہایت بے باکی کے ساتھ پورا کرتے ہیں ۔ اور کم و بیش پچاس سال سے یہ خیالات یورپ میں ترقی پذیر ہیں ۔ اور دن بدن ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ جس کی کسی قدر تفصیل گزشتہ اقساط میں پیش کی گئی ہے ۔ اب تو وطنِ عزیز ہند بھی ان بیماریوں سے پاک نہیں رہا ۔ چنانچہ حال ہی میں دلی یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ کے طلباء کے ایک سروے سے معلوم ہوا ہے کہ ان تعلیمی اداروں کے ۲۵ سے ۳۳ فیصد تک طلباء و طالبات شادی سے قبل ہی جنسی تعلق قائم کر چکے ہوتے ہیں ۔ (انڈین ایکسپریس ۲۰/۱۲/۹۴)

اِسی طرح ۱۹۸۴ء میں ٹاٹا انسٹی چیوٹ آف سوشل سائنسز نے ایک سروے کر کے یہ انکشاف کیا تھا کہ ملک کے ۱۷ صوبوں میں بیس لاکھ چھیاسی ہزار طوائفیں تھیں ۔ اور ۱۹۹۴ء میں یہ تعداد بڑھ کر تینتیس لاکھ اٹھاسی ہزار تین صد ہو چکی ہے ۔ جبکہ ان سے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد اکاون لاکھ انچاس ہزار پانچصد ہے ۔

(ہند سماچار جالندھر ۹۴-۱۰-۴)

(آگے دیکھئے صفحہ ۱۵ پر)

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ ۔ ربوہ ۔ پاکستان
پروپرائیٹر :-
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
PHONE :- 04524 - 649.

ارشادِ نبوی ؐ
اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا
(سفارش کیا کرو تم کو سفارش کا بھی اجر ملیگا)
(منجانب)
یکے از اراکین جماعتِ احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا :-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ - مینگو لین - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱
فون نمبرز :- ۲۴۸۵۲۲۲
۲۴۸۱۶۵۲
۲۴۳۰۷۹۴

خطبہ جمعہ

صفاتِ باری تعالیٰ ہی کے ایک حسین اجتماع کا نام نور ہے

خدا کا ذکر بلند کرو، اس کی تسبیحات بلند کرو۔ صبح بھی کرو اور شام بھی کرو تو تمہیں اس نور سے حصہ ملنا شروع ہو جائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وہ نور ہے جو خدا نے مثالاً بیان فرمایا ہے ورنہ اللہ کے نور کی حقیقت کو کوئی دنیا میں نہیں جانتا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ
فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۹۵ء مطابق ۲۴ نبوت ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ○
(سورۃ النور ۳۷)

پھر فرمایا:

"نور کے تعلق میں جو خطبات کا سلسلہ شروع ہے یہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے حوالے سے بعض تشریحات آپ کے سامنے رکھ رہا تھا لیکن اس مضمون کو شروع کرنے سے پہلے جماعت احمدیہ سنگاپور کی درخواست کے پیش نظر یہ اعلان کر رہا ہوں کہ ان کا آٹھواں جلسہ سالانہ آج شروع ہو رہا ہے اور تین دن رہ کر ۲۶ نومبر کو اختتام پذیر ہوگا۔ صدر صاحب جماعت احمدیہ سنگاپور عبد العظیم صاحب ارپیا نے سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کے بعد یہ درخواست کی ہے کہ ان کو اس جلسے کی کامیابی کے لحاظ سے بھی اور ویسے بھی جماعت سنگاپور کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے جو میں نے پہلے پڑھی تھی اور اس کے بعد یہ دوسری آیت اسی کے معاً بعد ہے جو میں نے آج پڑھی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"عظیم۔ محاورۂ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔ مثلاً جب کہیں کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ جس قدر طول و عرض درخت میں ہو سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عظیم وہ چیز ہے جس کی عظمت اس حد تک پہنچ جائے کہ حیطۂ ادراک سے باہر ہو اور خلق کے لفظ سے قرآن شریف اور ایسا ہی دوسری کتب حکمیہ میں صرف تازہ روئی اور حسن اختلاط یا نرمی و تلطف و ملائمت (جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں) مراد نہیں ہے۔"

یہ عبارت ایک مضمون سے دوسرے مضمون میں داخل ہوتی دکھائی دے رہی ہے اس لئے میں اس کو کھول دوں کہ کیا بحث ہو رہی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس پہلو پر روشنی ڈال رہے ہیں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور ہونے کی تشریح فرماتے ہوئے یہ بتایا کہ آپ کے اخلاقِ حسنہ بھی نور تھے اور ایسا کامل نور تھے کہ وحی الٰہی کے شعلے کے نزول سے پہلے بھی وہ اخلاقِ حسنہ فی ذاتہٖ بھڑک اٹھنے اور روشن ہونے پر تیار بیٹھے تھے اور اخلاق کو نور کہنا کن معنوں میں ہے؟ اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسری جگہ خدا تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں کہ اللہ وہ ذات ہے کہ جس کی طرف تمام صفات لوٹائی جاتی ہیں ایک ہی یہ اسم ذاتی ہے جس کے ارد گرد تمام صفات بلا استثناء گھومتی ہیں اور اسی سے حوالہ پاتی ہیں۔

پس وہ تمام روشنی کی قسمیں جو مختلف نوع کی ہیں جب ہو جائیں تو وہ جو روشنی کی ایک اجتماعی شکل ظاہر ہوتی ہے کو نور کہا جاتا ہے پس صفاتِ باری تعالیٰ ہی کے ایک حسین اجتماع کا نام نور ہے وہی صفات ایسی ہیں جنہوں نے بندوں پر کثرت فرمایا اور انسانوں کو بھی کچھ ایسی صفات عطا ہوئیں جو ذاتِ باری تعالیٰ میں موجود تھیں ورنہ از خود انسان کچھ بھی نہیں تھا وہ صفات جو اپنی پوری شان سے جلوہ گر ہوتی ہیں اور ایک ذات میں سب نے اجتماع کر لیا ہے تو وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود ہے جس میں یہ تمام صفات اکٹھی ہوئیں اور پھر اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئیں۔ یہ نور ہے۔ پس یہ نہ سمجھیں کہ خلط مبحث ہو گیا ہے بات کچھ شروع ہوئی تھی اب کہیں اور جا پہنچی ہے۔ نور ہی کو سمجھانے کے لئے یہ باتیں بتائی جا رہی ہیں۔ نور کا اس ظاہری آنکھ سے بھی ایک تعلق ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز چمکتی ہوئی دکھائی دے وہی نور ہے۔ حالانکہ جو چمکنے والی لہریں ہیں یعنی جو نور کہلاتی ہیں ان کی نوعیت بھی ایسی ہے کہ ان کا اکثر حصہ آنکھ سے دکھائی دے ہی نہیں سکتا وہ بہت زیادہ ہے جو دکھائی نہیں دیتا۔ جو دکھائی دیتا ہے وہ اس نوع میں سے بھی بہت کم ہے پس آنکھ سے نور کا تعلق ایک سرسری تعلق ہے یا یوں کہنا چاہئے سرسری نہیں تو محدود ہے اور نور اس کے علاوہ ایسا بھی ہے جو چمکتا دکھائی نہیں دیتا۔ پس نورِ نظر جس سے باہر کا نور دکھائی دیتا ہے وہ بھی کسی کو چمکتا دکھائی نہیں دیتا۔ بعض دفعہ زندہ انسانوں کی کھوپریاں اتار دی جاتی ہیں اور دماغ اسی طرح کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور کہیں کوئی چمک دکھائی نہیں دیتی تو نور کا جو چمک کے ساتھ تعلق ہم نے باندھ رکھا ہے یہ اپنے محدود تجربے کی وجہ

سے ہے ورنہ نور کا براہ راست چمک سے کوئی لازمی تعلق نہیں ہے اگر ہے تو ہم اسے نہیں سمجھ سکتے ہماری آنکھوں کو وہ صلاحیت عطا نہیں ہوئی کہ نور کی ہر قسم کو چمکتا ہوا دیکھ لیں پس اکثر نور ہماری نظروں سے اوجھل رہنے والے نور ہیں۔ لیکن جب ان کو دوسرے مضامین میں ڈھال کر دیکھیں تو عقل کا نور ان کو دیکھنے لگ جاتا ہے یہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے لئے آسان کر کے بیان فرما دیا۔ یعنی نور کی وہ تشریحات بیان فرمائیں جن کو عقل کا اجتماعی نور دیکھتا اور پہچانتا ہے اور اس کی چمک دمک کو محسوس کرتا ہے اگرچہ ظاہری آنکھ کا وسیلہ بیچ میں کوئی نہیں ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جا رہا اور وہ صفات کا نور ہے۔

پس صفات کے نور کو نور کہنے کے لئے بنیادی دلیل کیا ہے؟ وہ یہ قائم فرمائی ہے کہ "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اللہ زمین و آسمان کا نور ہے اور اللہ کیا ہے؟ اللہ صفات حسنہ کے مجموعے کا نام ہے وہ صفات حسنہ باری تعالیٰ جو دائمی ہیں اور جن کے مجموعے سے خدا بنتا ہے ان میں سے ایک بھی نہ زائل کی جا سکتی ہے، نہ باطل کی جا سکتی ہے نہ وقتی طور پر مٹائی جا سکتی ہے نہ اس میں کوئی کمی کی جا سکتی ہے اور زیادتی کی گنجائش ہی کوئی نہیں کہ وہ پہلے ہی درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے تو یہ اگر نور ہے تو انسانوں کے نور بننا ہو تو کیسے بنیں۔ اگر یہ نور ہے تو پھر اس نور کو اپنانے کے لئے انسانوں کو بھی تو کوئی راہ دکھائی گئی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ کی راہ ہے جو دکھائی گئی ہے آپ کو وسیلہ بنایا گیا ہے بس محض نور نور کہہ لینے سمجھو کہ تمہارے دل یہ بار بار کہنے سے ہی روشن ہو جائیں گے۔ سمجھو تو سہی کہ کیا کہہ رہے ہو اور دیکھو کہ یہ نور تمہارے اندر آبھی سکتا ہے کہ نہیں آسکتا ہے تو کیسے؟ اگر تمہاری استطاعت میں نہیں تو خدا یہ کیوں کہتا کہ یہ وسیلہ بنا دیا گیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کی استطاعت میں ہے کہ وہ حضرت اقدس سے نور سے روشن ہو جو اول طور پر اللہ کا نور ہے اور آپ کی ذات میں اس حد تک جلوہ گر ہوا ہے جس حد تک انسان میں یہ صلاحیت ہے کہ خدا کے نور کو اپنی ذات میں سمو سکے اور اس کا جلوہ انسان کی صفات میں ظاہر ہو پس اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا۔

اور یہ عظیم کی بحث یوں چلی ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (القلم: ۵) کہ اے محمد! تو خلق عظیم پر واقع ہے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عظیم لفظ کیا ہے پہلے اس کو تو سمجھو عظیم خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے استعمال ہوا ہے درختوں کو بھی عظیم کہہ دیا جاتا ہے، دریاؤں کو بھی عظیم کہہ دیا جاتا ہے پس عظیم پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ تقابلی لفظ نہیں ہے جیسے ہم اکبر کہہ دیتے ہیں اکبر کا مطلب ہے سب سے بڑا عظیم میں تقابلہ ذہن میں نہیں آتا مگر اس کی ذات میں بے حد بڑا ہونا شامل ہے اس تعریف کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھول رہے ہیں کہ جب کہا گیا کہ "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق سے متعلق ہم کیا تصور باندھیں کیا سمجھیں؟ فرماتے ہیں کہ عظیم محاورہ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔ اب دیکھ لیں اپنا نوعی کمال پا لینے کی حیثیت سے نپٹا رہے۔ خدا بھی عظیم درخت بھی عظیم خدا کبھی عظیم پہاڑ بھی عظیم دریا لفظ عظیم میں تو تقابل ہے ہی نہیں ہے اپنا ذاتی کمال اس حد تک پہنچ جائے کہ اس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تو ہر چیز جو ایک خاص مقام تک تخلیق ہے اس کے اندر اس کی صلاحیتیں اس

طرح تخلیق کی گئی ہیں کہ ان کی حدیں بھی معین کر دی گئی ہیں وہ۔ "کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ" میں شاکلہ کے تابع بیان فرمایا گیا ہے کہ ہر چیز کی ایک شاکلہ بنا دی گئی ہے اس شاکلہ کے اندر رہتے ہوئے وہ عمل کر سکتا ہے اس سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ پس ہر چیز کو جب ہم عظیم کہتے ہیں تو اس کی شاکلہ کے تعلق میں کہتے ہیں جو حدود و اربعہ خدا تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرما دیا ہے اور ایک ہی ذات ہے جس کا کوئی حدود اربعہ نہیں ہے پس وہاں عظیم انتہا غیر متناہی جس کی کوئی حد نہیں ہے کوئی بس نہیں ہے اور انسانوں پر یا مخلوقات پر یہ لفظ جب صادق آئے گا تو ان میں جتنا بھی بڑے ہونے کی طاقت موجود ہے یا صلاحیت عطا کی گئی ہے اس حد تک کوئی پہنچ جائے تو اسے کہتے ہیں عظیم ہے اور وہ حد بسا اوقات ایسی ہوتی ہے کہ عام آدمی اپنی نظر سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ پہاڑ بھی عظیم کہلاتے ہیں مگر ایک ملک کا پہاڑ بھی عظیم کہلاتا ہے۔ ایک دوسرے ملک کا پہاڑ بھی عظیم کہلاتا ہے اور ہم جب پہاڑ کے دامن میں جا کر اس کی عظمت کا نظارہ کرتے ہیں تو بیک وقت اس سارے پہاڑ کی عظمت کا نظارہ نہیں کر سکتے۔ پس عظمت میں جو نسبتاً ادنیٰ درجہ کے دیکھنے والے ہیں ان کے لئے احاطے کا امکان نہیں ہوتا ممکن ہی نہیں ہوتا ادنیٰ درجے سے دیکھنے والوں کے لئے کہ وہ اس کا احاطہ کر سکیں۔

> محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سورج کہنا ان معنوں میں ہے کہ ایسے کمال کے اخلاق ہیں، ایسے آخری مقام تک پہنچے ہوئے ہیں درجہ منتہی تک کہ جب آپ کا سورج طلوع ہو تو ہر نور والے کا چہرہ اس کے مقابل پہ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چونکہ نوع انسانی میں اس درجہ کمال پر واقع ہوئے ہیں جہاں نوع انسانی کی آخری حد ختم ہوتی اس لئے آپ کے حوالے سے عظیم کا مطلب ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ اخلاق جس حد تک بھی انسانی شاکلہ میں ڈھل کر وسیع ہو سکتے ہیں اور روشن ہو سکتے ہیں وہ سارے آپ کی ذات میں روشن ہو گئے اور اس کا احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ جو ادنیٰ حالت پر واقع ہے وہ اس عظمت کو اپنے ادراک کے دائرے میں لا نہیں سکتا اس لئے اللہ ہی تھا جو گواہی دے سکتا تھا اور اللہ ہی ہے جس نے گواہی دی ہے اور یہ گواہی کسی اور کے لئے نہیں دی گئی۔

پس یہ وہ نور ہے جس کو سمجھنا ہے اور پھر نور کی تعریف کرنی ہے تو نور مانگنا بھی تو ہے نور اپنانا بھی تو ہوگا اور ہر نور کے اپنانے کے لئے کتنے لمبے فاصلے طے کرنے ہیں کتنی محنتیں اور مشقتیں کرنی ہیں، پھر نور کمایا جائے گا۔ ورنہ فطرت میں موجود رہنے کے باوجود جب تک دوسرے نور سے جو باہر سے آکر فطری نور پر پڑتا ہے تعلق قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اندر کا نور بھی اندھا ہی رہتا ہے چنانچہ آنکھ کے اندھے نہ بھی ہوں اگر روشنی سے محروم ہوں تو آنکھ کے اندھوں کی طرح ہی ہوتے ہیں روشنی کے بغیر ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی آنکھ سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ نے آپ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے تمام تر خلوص سے اس طرح فیض یاب ہونے کی توفیق بخشی جیسا کہ چاند کو توفیق ہوتی ہے کہ سورج کی روشنی کو اپنے اندر لے اور آگے منعکس کرے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ سے جب دیکھا جائے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کیا دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ نور ہی نور ہیں مگر کن معنوں میں نور ہیں فرماتے ہیں:۔

"انہوں نے کہا ہے کہ عظیم وہ چیز ہے جس کی عظمت اس حد تک پہنچ جائے کہ حیطہ ادراک سے باہر ہو اور خلق کے لفظ سے قرآن شریف۔ اور ایسا ہی دوسری کتب حکمیہ میں صرف تازہ روی اور حسن اختلاط یا نرمی وتلطف وملائمت (جیسا عوام الناس خیال کرتے ہیں) مراد نہیں ہے"

اب ایک ایک فقرہ کبھی سمجھانے کے بغیر تمام قاری کو سننے والے کو سمجھ نہیں آسکے گا اس لئے کہ ایک تو جتنا مضمون مشکل ہو اتنی زبان بھی ساتھ مشکل ہو جاتی ہے اس کے مناسب حال زبان استعمال کرنی پڑتی ہے اور اردو کا عام معیار ایسا نہیں ہے کہ علمی اصطلاحوں کو یا گہرے مشکل الفاظ کو جو زیادہ علم سمجھتے ہوئے ہوتے ہیں ان کو آسانی سے سمجھ سکے۔ پس اس لئے آہستہ روی بھی ضروری ہے صرف تازہ روی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "دوسری کتب علمیہ میں صرف تازہ روی" اب تازہ روی سے کیا مراد ہے ایک انسان کسی انسان سے ملتا ہے تو اُسے تازگی کا احساس ہوتا ہے اور ایک انسان سے ملتا ہے تو اُسے بوسیدگی کا احساس ہوتا ہے اس کے چہرے پر ہی یبوست سی آئی ہوئی ہوتی ہے اور اس کو مل کر طبیعت میں بشاشت نہیں پیدا ہوتی۔ پھر تازگی جیسے پھولوں کی تازگی جیسے بہار کی تازگی ہے جو ہر نباتات پر ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح تازگی کبھی نسبتاً کم اور نسبتاً زیادہ ہوا کرتی ہے موسم بہار کی تازگی ہر چیز کو سمیٹ لیتی ہے، پس آپ کی چال ڈھال آپ کی ہر حرکت اور ہر سکون میں بھی لیکن لفظ روشن کا استعمال ہوا ہے اس لئے یوں کہنا چاہئیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اخلاق جو آپ کے چہرے اور بشرے سے ظاہر رہا کرتے تھے جو ہر وقت متحرک دکھائی دیتے تھے ان میں تازگی پائی جاتی تھی کوئی تھکن نہیں تھی کوئی بوجھ نہیں تھا۔ نہ اپنی ذات میں محسوس فرماتے تھے نہ ملنے والے کو کچھ محسوس ہوتا تھا تو یہ تعریف تو عمومی فرما رہے ہیں لیکن حوالہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ تمام صفات جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریح فرما رہے ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ثابت کرتی ہیں "اور حسن اختلاط" ملنے جلنے کا بھی ایک انداز ہوا کرتا ہے۔ کبھو نڈا پن بھی اس میں ہوتا ہے کہیں توازن کھو دیتا ہے تو حد سے زیادہ بے تکلفی کہیں توازن کھو دیتا ہے تو بہت ہی دوری اور اجنبیت یہ ساری چیزیں اختلاط کے حسن کے مخالف ہیں اختلاط کا حسن یہ ہے کہ ملنا، اس طرح ملنا کہ اپنی ذات کو الگ قائم رکھتے ہوئے بھی، اپنی ذات کو دوسرے کی ذات میں گھلا ملا دینا مگر اس طرح کہ وقار قائم رہے اور یہ جو ملنا جلنا ہے اس میں گھٹیا پن نہ دکھائی دے اور اختلاط ایسا نہ ہو کہ جو خدا تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کر جائے وہاں تک چلے جہاں تک اجازت ہو۔ وہاں ٹھہر جائے جہاں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے تو اختلاط بھی ایک خلق کا نام ہے اور اس کو بھی اس میں داخل فرمایا ہے کہ کتب حکمیہ میں فرماتے ہیں، جو حکمت کی کتب ہیں ان میں لکھا ہے اخلاق یہ ہوتے ہیں۔ خلق اس کو کہتے ہیں کہ تازہ روی ہو حسن اختلاط ہو "نرمی وتلطف، ملائمت" یعنی نرمی اور لطف کا سلوک کرنا اور ملائمت کہ ذات کھردری محسوس نہ ہو۔ "(جیسا عوام الناس خیال کرتے ہیں) مراد نہیں ہے بلکہ خَلق بفتح خاء اور خُلق بضم خاء دو لفظ ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقع ہیں"

ہم میں سے ہر ایک کی استطاعت میں ہے کہ وہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ کے نور سے روشن ہو جو اوّل طور پر اللہ کا نور ہے اور آپؐ کی ذات میں اس حد تک جلوہ گر ہوا ہے جس حد تک انسان میں یہ صلاحیت ہے کہ خدا کے نور کو اپنی ذات میں سمو سکے اور اس کا جلوہ انسان کی صفات میں ظاہر ہو۔

"(جیسا عوام الناس خیال کرتے ہیں) مراد نہیں ہے"۔ یہ مطلب بنے گا کہ قرآن کریم میں جو یہ باتیں بیان ہوئی ہیں اس کا جو مفہوم عوام الناس لیتے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ میں اب تفصیل سے بتاتا ہوں کہ وہ معنی کیا ہے اس مضمون میں داخل ہوتے ہوئے آپ نے خَلق اور خُلق دو الفاظ کو الگ الگ پیش کر کے ان کے معانی کو ہمیں سمجھا دیا اور فرمایا کہ جب خَلق کہا جاتا ہے تو یہ مطلب ہوتا ہے۔ خُلق کہا جائے تو یہ مطلب ہوتا ہے اور جو تعریف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں خُلق کی یہ جو پہلی تعریف تھی اس معانی کے مطابق ہوگی نہ کہ عامۃ الناس کی سوچ کے مطابق۔ اب یہ مضمون کچھ مشکل ہو رہا ہے لیکن لازم ہے کہ اسے سمجھا جائے۔ ہر بندے کا نہ صرف یہ حق ہے بلکہ فرض ہے کہ اس مضمون کو سمجھے کیونکہ اس کا نور سے اتصال ہونا اس کے فرائض دینیہ میں داخل فرما دیا گیا ہے اس کی پیدائش کی غرض وغایت میں داخل فرما دیا گیا ہے اس لئے وقت خواہ زیادہ ہی ہو آپ کو لازماً یہ بات سمجھانی ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو وسیلہ کہہ کر وسیلہ مان کر وسیلہ یقین کرتے ہوئے ہم وہیں کھڑے رہ جائیں تو آپ وسیلہ نہیں بن سکتے وہ وسیلہ کسی صراط مستقیم کا نام ہے اس میں کتنی راہیں چل رہی ہیں بعض چھوٹی راہیں صراط ہوتی ہیں جن میں دو LANES چلتے ہیں بعض میں تین LANES کی سڑک بن جاتی ہے۔ بعض دو رویہ ہو جاتی ہیں۔ چھ چھ سات سات LANES کی دو رویہ سڑکیں بھی دوڑتی ہیں مگر محمد رسول اللہ کی جو صراط مستقیم ہے اس میں وہ ساری سڑکیں ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے چل کر خلق کی تعریف میں بیان فرمائیں گے اور ہر سڑک پر قدم رکھنے کے لئے ہر سڑک پر رسول اللہ کے قدموں کی پیروی کے لئے ایک مناسب صفت ہمیں عطا ہوئی ہے اس لئے پورا قافلہ ہے جو آگے بڑھے گا تمام انسانی صفات وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو عطا ہوئی تھیں صرف درجہ کمال کا فرق ہے اور ان صفات کو جس درجے پر بھی واقع ہیں روشن کرنے کے لئے بے حد گنجائش موجود ہے کیونکہ بہت سی ایسی صفات ہیں جو ہمارے اندر موجود ہیں جن کی ہم نے کبھی پرورش ہی نہیں کی تھی۔ عدم استعمال کی وجہ سے مر جاتی ہیں وہ اعضاء جو حیوانوں کو ملے ان میں سے کئی اعضاء ایسے ہیں جن کا استعمال جب پہنچتے پہنچتے زندگی نے چھوڑ دیا تو وہ اعضاء سکڑ کر بالکل معمولی سے رہ گئے

ان کے نشان باقی ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کی جو ڈُمچی ہے وہ وہ جگہ ہے جہاں دُم لگی ہوئی تھی اور لاکھوں سال سے انسان کو دُم کی ضرورت پیش نہیں آئی اس لئے رفتہ رفتہ وہ دُمچی ایک چھوٹی سی ہڈی کے نشان کے طور پر ایک یادگار کے طور پر رہ گئی تو بسا اوقات انسان اپنی صلاحیتوں کو اپنی ریڑھ کی ہڈی کی دُمچی بنا دیتا ہے۔ استعمال ہی نہیں کرتا۔ ان کی نشوونما ہی نہیں ہوتی وہ پڑے پڑے سُوکھ جاتی ہیں۔ ٹانگیں سوکھ جاتی ہیں اگر ان کو استعمال نہ کریں ایک بچے کو گود میں ڈال دیں تو کچھ عرصہ میں وہ لولا لنگڑا ہو جائے گا اس کی ربڑ کی سی ٹانگیں لٹکتی رہیں گی کبھی وہ ان کو استعمال نہیں کر سکتا مگر رہتی ہیں مگر جب عرصہ زیادہ تغافل ہو جائے اور لمبا عرصہ ہو جائے تو گویا وہ ختم ہی ہو جاتی مگر ان کے نشانات باقی رہ جاتے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ اللہ نے تمہیں کیا دیا تھا۔ پس وہ قومیں جو بدنصیبی سے ہزاروں سال تک بد اخلاقی پر قائم رہتی ہیں ان کا یہی حال ہو جاتا ہے پس ہم نے تو دنیا نہیں بننا ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا نمونہ عطا کر کے ہماری ہر صلاحیت کو پیروی کی راہیں دکھا دی گئیں اور ایک عظیم مراد پر دوڑا دیا گیا ہے اور کہا ہے سب کو ساتھ لے کر چلو جہاں بھی کسی صفت کو تم نے کالعدم کر دیا یا توجہ جیسا کہ حق ہے نہ دی اسی حد تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے توازن کے حسن سے محروم ہوتے چلے جاؤ گے روشنی تو ہے اگر روشنی کی پیروی کی جائے مگر جہاں سب رنگوں کا امتزاج ہو جہاں تمام رنگ بیک وقت ایک تناسب سے جلوہ گری کریں وہاں اس سے جتنا کم روشنی ہٹے گی اسی حد تک اس روشنی کا رنگ و روپ بدل جائے گا۔ اب سورج کی روشنی اپنی ذات میں وہ کامل توازن رکھتی ہے جو مادی روشنیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے جتنا اس سے آپ ہٹتے ہیں اتنا ہی روشنی کا روپ بدلتا رہتا ہے اور اگر آپ موازنہ نہ کریں تو بعض دفعہ ہمیں خیال بھی نہیں آتا کہ فرق ہے۔ رات کے وقت تیز روشنیاں جل رہی ہیں بھول جاتا ہے انسان کہ اس روشنی کا سورج کی روشنی سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے جب سورج چڑھے پھر ساری روشنیاں پھیکی پڑ جاتی ہیں ان کے چہرے پہ کوئی نور دکھائی نہیں دیتا۔

نور کا جو چمک سے تعلق ہم نے باندھ رکھا ہے یہ اپنے محدود تجربے کی وجہ سے ہے ورنہ نور کا چمک سے براہ راست کوئی لازمی تعلق نہیں ہے اگر ہے تو ہم اسے نہیں سمجھ سکتے ہماری آنکھوں کو وہ صلاحیت عطا نہیں ہوئی کہ نور کی ہر قسم کو چمکتا ہوا دیکھ لیں۔ پس اکثر نور ہماری نظر سے اوجھل رہنے والے نور ہیں۔

پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو سورج کہنا ان معنوں میں ہے کہ ایسے کمال کے اخلاق ہیں ایسے آخری مقام تک پہنچے ہوئے ہیں درجہ منتہیٰ تک کہ جب آپ کا سورج طلوع ہو تو ہر نور والے کا چہرہ اس کے مقابل پر پھیکا پڑ جاتا ہے یا جس حد تک وہ خام ہے جس حد تک اُس نور کی بعض صفات سے عاری ہے اسی حد تک اس کا رنگ بدل جاتا ہے ویسی روشنی دکھائی نہیں دیتی پس اللہ تعالیٰ کا آنحضرت محمد یہ بہت ہی بڑا احسان بھی ہے کہ ایسا کامل نور پیروی کرنے کے لئے عطا فرمایا لیکن ذمہ داریاں بھی بہت بڑھ گئیں۔ محنت بھی بہت شاقہ جو کرنی پڑے گی لیکن آسانی بھی تبھی ہو گی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نور کے اس پہلے حصے پر غور کریں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفات کے بیان کا آغاز فرمایا ہے۔ "تازہ روی" تازہ روی کے بغیر اس نور کی نہ پیروی ممکن ہے۔ نہ ہمارے اندر طاقت ہے بلکہ برعکس صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا دیکھو دین کو آسان کر دیا گیا ہے اور اگر آسان ہونے کے باوجود تم کوشش کر کے دین پر غالب آنا چاہو گے تو تم ٹوٹ جاؤ گے، دین پر تم غالب نہیں آ سکتے۔ اس لئے وہی لفظ جو مسیح موعود علیہ السلام نے اخلاق کی تعریف میں سب سے پہلے استعمال فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں حسب توفیق کچھ صبح چلا کرو، کچھ دوپہر کو کچھ آرام کر لیا کرو جیسے درخت کے سائے تلے ایک مسافر آرام کر لیتا ہے۔ پھر شام کو سفر طے ہوتا رہے گا۔ تم آگے ہی بڑھو گے غرضیکہ کچھ آرام اور کچھ حرکت اس کے درمیان رفتہ رفتہ تمہارے فاصلے کم ہوں گے لیکن ضروری یہ ہے کہ ہر رات جو آئے تمہیں پہلی حالت پر نہ پائے بلکہ اس سے آگے بڑھا ہوا دیکھے

اگر فطرت انسانی سے اسلام کی تعلیم کامل طور پر نہ جوڑی جاتی تو زمانے کے بدلنے سے اس تعلیم کا بدلنا لازم ہو جاتا ... کیونکہ جب اعتدال پہ چیز نہ رہے تو اسے استقامت نہیں رہتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی پیروی میں جو سفر ہم نے اختیار کیا ہے یہ نور کی پیروی کا سفر ہے اور ہر روز ہماری حالت بدلنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جس نورِ ازل کی پیروی کا سفر اختیار فرمایا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ یقیناً تیری آخرت تیرے اولیٰ سے بڑھ کر ہے بہتر ہے۔ تو وہ سفر بھی دائمی ہے اس کے پیچھے چلنے والوں کا سفر بھی دائمی ہے۔ مگر سفر طے ہونے کے لئے ایسے سنگ میل رستے میں ملتے ہیں جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ کچھ آگے بڑھے بھی کہ نہیں بڑھے اور وہ سنگ میل بنتے نہیں ہو سکتے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اخلاقِ حسنہ پر ایک تفصیلی یا عمومی نظر نہ ہو تفصیلی نظر کی تو انتہا کوئی نہیں خلاصہ جو مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے وہی اتنا دقیق ہے کہ اسے بیان کرتے ہوئے بھی ایک مدت چاہیئے مگر چونکہ ایک لازم کام ہے اس کو سمجھے بغیر ہمارے سفر آسان نہیں ہو سکتے ہم اس رخ پر آگے نہیں بڑھ سکتے اس لئے یہ فرض ہے جو بہر حال ادا کرنا ہو گا۔

فرماتے ہیں "خلق بفتح خاء سے مراد" فتح کہتے ہیں زبر کو تو خ کے اوپر اگر زبر ڈالی جائے تو خَلق پڑھا جائے گا "خلق بفتح خاء سے مراد یہ صورت ظاہری ہے جو انسان کو حضرت واہب الصور کی طرف سے عطا ہوئی" وہ ظاہری تشکل ہے انسانی جسم کی ساخت جو واہب الصور اس ذات کی طرف سے عطا ہوئی ہے جو صورتیں عطا فرمانے والی ذات ہے جو صورتیں بخشنے والی ذات ہے جس کا ایک نام مصوّر بھی ہے۔

تو فرمایا اس نے جو ظاہری شکل عطا فرمائی ہے۔ ظاہری شکل سے یہ مراد نہیں ہے جو ہمیں دکھائی دے رہی ہے۔ مراد ہے جسمانی شکل جو اندر بھی ہے، باہر بھی ہے اور ہر جزو میں ہے اور جزو کی شکل کا تعلق کل سے بھی ہے اور ہر دوسرے جزو سے بھی ہے تو یہ مضمون ہے کہ ہمیں کون سی صور عطا کی گئی ہیں یہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی ذات میں ایک بہت لمبا سفر ہے۔

"کیف یصورکم فی الارحام" قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھا کرو غور کرو ہم تمہیں رحموں کے اندر کیا کیا صورتیں بخشتے ہیں اور رحموں کے اندر جو صورتیں بخشتے ہیں ان کے متعلق سائنس دانوں نے ہمیں یہ کہہ کر اس سفر کو ہی اتفاقی بنا دیا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ پہلا ذرہ جو پیدا ہوا ہے اس وقت سے لیکر ایک ارب سال کا سفر جو ارتقاء کا سفر ہے جس میں انسان ٹھیک ٹھاک کیا گیا ہے۔ مٹی سے بنا کر اس ایک ارب سال کے سفر میں انسان جن جن شکلوں سے گزرا ہے وہ ساری شکلیں نو مہینے کے اندر رحم مادر میں دہرائی جاتی ہیں۔ اور ایک فلم چل جاتی ہے جو ایک ارب سال کا سفر بچہ نو مہینے میں طے کر رہا ہے۔ اور قرآن کے سوا کوئی دنیا کی کتاب نہیں ہے جو یہ کہتی ہو کہ رحم مادر میں ہم نے تمہیں جو تصویریں دی ہیں دیکھو تو سہی۔ تم یونہی تو نہیں بن گئے کہ مٹی سے تھوپ تھاپ کے تمہیں ایک گڈا سا بنا کے کھڑا کر دیا، بے وقوفی کی بات ہے۔ ان نو مہینے کا سفر اگر تم کرو تو تمہیں یہ پتہ چلے گا کہ ہم نے تمہیں کتنی دیر میں کتنے مراحل سے گزار کر وہ صورت بخشی ہے جس پر اب تم فخر کرتے ہو کہ کیسی اچھی صورت ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب موہب الصور کی بات کرتے ہیں تو جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے صور۔ صورتوں کے بخشنے والے نے گویا انسانی صورت کے اندر یا اس کے ماضی میں جتنی صورتیں بھی انسان کو عطا ہوتی رہیں یہ خلق ہے بفتح خاء۔ "جس صورت کے ساتھ وہ دوسرے حیوانات کی صورتوں سے ممیز ہے" یہ آخری شکل ہے اس کی۔ "اور خُلق بضم خاء سے مراد وہ صورت باطنی یعنی خواص اندرونی ہیں جنکی رو سے حقیقت انسانیہ حقیقت حیوانیہ سے امتیاز کلی رکھتی ہے" اب جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امتیاز کی بات کر رہے ہیں وہاں صرف انسان کی صورت پر آکر جو ہر عضو اور ہر ذرہ درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے وہاں اس حقیقت کی بات کر رہے ہیں مگر میں نے قرآن کے حوالے سے آپ کو بتایا تھا کہ ان صورتوں سے پہلے بھی ایک بہت لمبا صورتوں کا سفر موجود ہے۔ یہ جو موجودہ آخری صورت ہے یہ وہ ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے ورنہ انسان کی صورت میں اور حیوان کی صورت میں مشابہتیں ہیں تو سہی مگر امتیاز بھی ہے۔ فرمایا یہ ہے خَلق اور انسان ان اندرونی صفات کا نام ہے جو انسان کو عطا ہوئیں اور ان صفات کے لحاظ سے باقی جانوروں سے وہ ممتاز اور الگ ہے اور کوئی جانور یہ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے بھی اس نوع کی یہ صفت ملی ہوئی ہے اس سے ملتی جلتی تو ہیں۔ جیسا کہ جنت میں جو خدا ہمیں تحائف عطا فرمائے گا ہمیں کچھ ملتا جلتا دکھائی دے گا تو ہم کہیں گے نا کہ ہم نے پہلے بھی کھایا ہوا ہے۔ اللہ فرمائے گا نہیں ملتی جلتی ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ملتی جلتی صفات کا انکار نہیں فرما رہے اس غلطی میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ فرمایا ہے ملتی جلتی ہونے کے باوجود جب انسان کے درجہ پہ پہنچ کر وہ خُلق ظاہر ہوتا ہے جو خاصۃً انسان کو عطا ہوا ہے تو وہ خُلق کسی اور جانور کو نہیں ملا اور وہاں انسان ہر دوسرے جانور سے الگ اور ممتاز ہو جاتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

"پس جس قدر انسان میں من حیث الانسانیت اندرونی خواص پائے جاتے ہیں اور شجرہ انسانیت کو نچوڑ کر نکل سکتے ہیں"۔ اب انسانیت کا شجرہ کہا ہے۔ وہ تمام صفات حسنہ جو خُلق کے طور پر انسان کو ودیعت ہوئی ہیں اور وہ صفات حسنہ جو دوسرے جانوروں اور اس کے درمیان ایک امتیاز قائم کر دیتی ہیں وہ اگر انسان کو نچوڑا جائے تو جو خلاصہ نکلے گا اس کا نام خُلق ہے وہ روح انسانی ہے کیونکہ خلاصے اور نچوڑ کو بھی روح کہا جاتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ روح بھی اسی سے بنے گی

ہر انسان کو اللہ نے فطرت پر پیدا کیا ہے..
.....یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اعتدال ہو۔
ورنہ اگر خدا نے فطرت میں بے اعتدالی رکھی ہوتی تو پھر کوئی اعتدال والی تعلیم انسان قبول کرنے کے اہل ہی نہ رہتا۔ اس لئے بے اعتدالیاں ہوتی ہیں تو بعد میں لوگ بنا دیتے ہیں۔ فطرت کو آغاز میں اعتدال ہی عطا ہوا!

مرنے کے بعد جس روح کو ایک آزاد حیثیت عطا ہوگی وہ انسانی خلق ہی سے بنے گی۔ اور وہ خلق اگرچہ آغاز میں حسین دیا گیا تھا جو جس حد تک اس خلق کو بگاڑے گا اسی حد تک اس کی روح بدصورت اور بدزیب اور بدمزہ ہوتی چلی جائے گی۔ اور وہ روح جو پیدا ہوگی وہ انسان کے اپنے گناہوں۔ اپنے ظلم کے نتیجے میں پیدا ہوگی اس کی ذمہ داری خدا تعالیٰ پر نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ اس شجرہ کو نچوڑ کر اگر دیکھیں تو جو کچھ اس کا پھل تم پاؤ گے وہ خلق ہے۔ "چونکہ انسان اور حیوان میں ایک امتیاز قائم کرتی ہیں، ان سب کا نام خُلق ہے۔

"اور چونکہ شجرہ فطرت انسانی اصل میں توسط اور اعتدال پر واقع ہے اور ہر یک افراط و تفریط سے جو قوائے حیوانیہ میں پایا جاتا ہے منزہ ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم"

(سورہ التین: ۵)

اب یہ فقرہ بھی سمجھانا ہے لازماً کیونکہ عموماً جو سننے والے ہیں علمی لحاظ سے خواہ کسی درجے پر واقع ہوں فطری لحاظ سے اس فقرے کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انسان کو اس مضمون کے لئے پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ظاہری علم کے بغیر ہم سب میں سانجھے ہیں اور شریک ہیں یعنی ہمارے ہیں اس لئے علم کا کوئی پردہ بیچ میں حائل نہیں ہے۔ آپ کی ذات کو سمجھنے کے لئے وہ جو خدا سے علم پاتا ہے وہ علم پا کر آگے بتاتا ہے اور اگر اس کو غور سے سنا جائے یا مزید محنت سے سمجھایا جائے تو سمجھ آنے والی بات ہے۔ اس کا ظاہری علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر چونکہ ظاہری علم کے بغیر یہ باتیں بیان نہیں ہوتیں اس لئے کھولنی پڑتی ہیں۔ پس اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرما رہے ہیں۔ "شجرہ فطرت انسانی اصل میں توسط اعتدال پر واقع ہے" حقیقت کے اعتبار سے جو خدا تعالیٰ نے انسان کو صفات عطا فرمائی ہیں ان صفات میں آغاز میں اعتدال تھا اور وسطی طور پر واقع ہوئی تھیں۔ ان میں کوئی انتہا پسند نہیں تھی۔ کسی انتہاء کی طرف جھکنا فطرتاً نہیں تھا۔ اگر یہ ہوتا تو "یولد علی الفطرۃ" کا معنی سمجھ میں نہ آتا کہ کیا ہے۔ ہر انسان کو اللہ نے فطرت پر پیدا کیا ہے جو قرآن کریم فرما رہا ہے۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اعتدال ہو۔ ورنہ اگر خدا نے فطرت میں بے اعتدالی رکھی ہوتی تو پھر اعتدال والی تعلیم انسان قبول کرنے کے اہل ہی نہ رہتا۔ اس لئے بے اعتدالیاں ہوتی ہیں تو بعد میں لوگ بنا دیتے ہیں۔ فطرت کو آغاز میں اعتدال ہی عطا ہوا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں "کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ" ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ فابواہ

"یہودانہ اور ینصرانہ" پر اس کے ماں باپ ہیں جو ان میں سے کسی کو یہودی بنا دیتے ہیں، کسی کو نصرانی بنا دیتے ہیں یعنی یہ جو تبدیلیاں واقع ہوئیں یہ انسان کی پیدا کردہ تبدیلیاں ہیں۔ اب صرف "یہودانہ" "ینصرانہ" کا ذکر فرمایا اور مسلمان بنا دیتے ہیں کا ذکر ہی کوئی نہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ پہلی حکمت تو یہ ہے کہ دو انتہاؤں کی اس سے بہتر مثال نہیں ہو سکتی کہ یا یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔ فطرت وسط میں واقع ہوتی ہے۔ اس کو ایک طرف کھینچ لو تو یہودیوں کی طرح تشدد اور سختی اور انتقام اور غیظ و غضب پر زور ہو جائے گا۔ اور وہاں اسی مرکز سے ہٹا کر دوسری طرف کھینچ لو تو عیسائیت کی نرمی اور عفو اور درگزر یہاں تک کہ ایک گال پہ تھپڑ مارے تو دوسری گال پیش کر دو کی تعلیم شروع ہو جاتی ہے۔ تو درمیان میں واقع ہے تو دونوں کو کھینچا گیا ہے نا۔ اس لئے اس کلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں بھی ایک حیرت انگیز توازن اور اعتدال واقع ہے۔ پھر یہ کہ فطرت کو تو اسلام فرمایا گیا ہے قرآن کریم میں بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے بھی۔ تو ماں باپ تو مسلمان نہیں بناتے خدا نے مسلمان بنا کے بھیجا ہے۔ اس لئے اس کو مسلمان بننا تو ایک فطری بات ہے۔ اس کے ساتھ تو وہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے اسلام کی تعلیم فطرت سے باندھی گئی ہے۔ اور یہی تعلیم ہے جو درحقیقت انسان کی فطرت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے غیر مبدل ہو جاتی ہے۔

اگر فطرت انسانی سے اسلام کی تعلیم کامل طور پر نہ جوڑی جاتی تو زمانے کو بدلنے سے اس تعلیم کا بدلنا لازم ہو جاتا۔ اگر یہ اس اعتدال اور وسط پر واقع نہ ہوتی جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس سے بہت پہلے اس کو مثال دے کر ظاہر فرما چکے ہیں تو پھر یہ غیر زمانی تحریک نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ جب اعتدال پر تعلیم نہ رہے تو اسے استقامت نہیں رہتی اور یہ مضمون میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ تو اسلام کا توسط پر واقع ہونا ایک طبعی امر ہے۔ اگر انسان نہ بگاڑے، جو پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا کیا جائے تو لازماً اسلام پر پیدا ہوا ہے اور اگر کوئی فطرت کو قائم رکھے، اگرچہ خدا کی ودیعت ہے اس امانت میں ایک ذرہ بھی فرق نہ آنے دے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق یہ فرمانا کہ وہ نور خود ہی بھڑک اٹھنے کے لئے تیار بیٹھا تھا مراد یہ ہے کہ جو پیدا پایا تھا خدا سے پایا تھا مگر اس کی حفاظت کی تھی، اس اعتدال کو قائم رکھا تھا۔ اس توازن پر ہمیشہ قائم رہا۔ اور یہی تو وحی کا مقصد تھا کہ تمہیں توازن عطا کرے جس توازن کو تم کھو بیٹھے تمہیں دوبارہ نصیب ہو وحی کی بدولت۔ آسمان کا نور تمہیں پھر ان نوری اقدار پر قائم کر دے جن اقدار سے تمہارے سفر کا آغاز ہوا تھا تاکہ تمہارا انجام بھی اسی پر واقع ہو۔

> **آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی میں جو سفر ہم نے اختیار کیا ہے یہ نور کی پیروی کا سفر ہے۔ اور ہر روز ہماری حالت بدلنی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس نور ازل کی پیروی کا سفر اختیار فرمایا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ" یقیناً تیری آخرت تیرے اولیٰ سے بڑھ کر ہے، بہتر ہے۔ تو وہ سفر بھی دائمی ہے اس کے پیچھے چلنے والوں کا سفر بھی دائمی ہے**

پس وہ نور جس نے آغاز ہی سے اپنی ساری زندگی اس اعتدال سے سر مو بھی فرق نہ کیا ہو اس کے متعلق یہ فقرہ کیسا خوبصورت اور کیسا برمحل ہے ایک ادنیٰ بھی مبالغہ نہیں کہ یہ نور تو اپنی ذات میں بھڑک اٹھنے پر تیار بیٹھا تھا یعنی کامل اعتدال پر تھا اور تھا ہی نور۔ پھر اس پر جب شعلۂ نور اترا ہے تو "نور علیٰ نور" بن گیا اور اس کمال کا نور پھوٹا ہے کہ سارے عالم کو روشن کر دیا۔ اس درجے کی اس میں شدت پیدا ہوئی ہے کہ خدا نے اسے "سراجاً منیرا" کے طور پر تمہارے سامنے پیش کیا۔ مگر اس نور کی طرف سفر کیسے ہوگا محض تعریفوں کے ذریعے نہیں بلکہ ان صفات حسنہ کو اپنانے کی کوششوں کے ذریعے، وہاں پہنچ کر تعریف کی حد ختم ہو جاتی ہے، پھر تعریف کی سچائی کی حد شروع ہوتی ہے۔

> **خدا کا ذکر بلند کرو، اس کی تسبیحات بلند کرو۔ صبح بھی کرو اور شام بھی کرو تو تمہیں اس نور سے حصہ ملنا شروع ہو جائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وہ نور ہے جو خدا نے مثالاً بیان فرمایا ہے۔ ورنہ اللہ کے نور کی حقیقت کو کوئی دنیا میں نہیں جانتا**

ایک انسان کسی کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے واہ واہ کیسا اچھا ہے، کیسا مضبوط ہے، کیسا طاقتور ہے، لیکن اگر وہ ہونٹوں کی تعریف ہے تو ویسا بننے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ اس میں محنت درکار ہے۔ بہت مشقت کا بعض دفعہ سامنا ہوتا ہے۔ ایک کرکٹر بننے کے لئے ہی آپ دیکھیں پوری زندگی بعض لوگوں کو وقف کرنی پڑتی ہے۔ وہ بچے جو تعریف کرتے ہیں دل کی گہرائی سے ان کو میں نے دیکھا ہے کرکٹ کی لو لگ جاتی ہے۔ بعض بچے مجھے دعاؤں کے لئے لکھتے ہیں کہ میرے لئے دعا کریں میں ایسا کرکٹر بنوں کہ بس دنیا میں کمال ہو جائے۔ وہ بچپن سے ہی تصویریں بھی کرکٹ کی بناتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں، نام بھی ان لوگوں کے اکٹھے کرتے ہیں جو کرکٹ میں اچھے ہوا کرتے تھے۔ کتابیں وہ پڑھتے ہیں جن میں کرکٹ کے ریکارڈ ہوتے ہیں۔ اب چھوٹی سی، معمولی سی کھیل ہے لیکن جو سچی تعریف کرنے والا ہے وہ صرف زبان سے عاشق نہیں ہوتا دل سے اور عمل سے عاشق ہو جاتا ہے۔

پس یہی حال نور بننے کا ہے۔ کسی ایک صفت کو اگر آپ اچھا سمجھیں اور واقعۃً دل کی گہرائی سے اچھا سمجھیں تو اسے اپنانے کی لگن لگ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے براہ راست ہم ان صفات کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ خدا کی جو صفات ہم سے بہت ہی بالا، بہت ہی دور واقع ہوئی ہیں جہاں تک عقل انسانی کا تعلق ہے۔ نزدیک ہیں سمجھنے کے اعتبار سے۔ دور ہیں اپنانے کے اعتبار سے۔ نزدیک ہیں اس اعتبار سے کہ خدا نے خود انہیں ہم پر ظاہر فرما دیا۔ دور ہیں اس اعتبار سے کہ ظاہر ہونے کے باوجود ہم ان کی کنہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس سفر کو آسان کرنے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نور کی مثال بنا کے دیا گیا۔ فرمایا یہ دیکھو۔ اس طرح میرا نور ایک انسان میں اپنے کمال کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہ یہ باتیں کرنی پڑتی ہیں۔ یہ اخلاق اپنانے پڑتے ہیں۔ یہ اعتدال واقع کرنا پڑتا ہے اپنی طبیعت میں۔

یہ اگر تم تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ یہ ایک فرضی دعویٰ نہیں۔ یہ دعویٰ اس لئے بھی ضروری تھا کہ شرک کا شائبہ بھی اسلامی تعلیم میں باقی نہ رہے۔ اگر خدا تعالیٰ یہیں بات ختم کر دیتا کہ "اللّٰہ نور السمٰوٰت" اور "مثل نورہ" آگے بات محمد رسول اللہ پر جا کے ٹھہرا کر دیتا تو پھر دنیا میں ایک اور قسم کا شرک پیدا ہوتا کہ محمد رسول اللہ ہی ہیں جو صفات باری تعالیٰ سے ایسی یگانگت رکھتے تھے کہ انہیں اپنا سکتے تھے اور کوئی بشر ایسا نہیں جو ایسا کر سکے۔ تو وہ اپنی ذات میں خواہ آپ خدا کا شریک نہ بھی کہیں مگر شرک کا ایک مضمون ضرور دماغ میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ قرآن کریم جو حکیم کتاب ہے اور روحانی طب میں اس سے اعلیٰ درجہ کی مرض شناس کتاب اور کوئی واقع نہیں ہوئی کبھی پیدا نہیں ہوئی یعنی انسان کو کبھی عطا نہیں ہوئی۔ اس آیت کے معاً بعد فرماتا ہے "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال" کہ محمد رسول اللہ کا نور ایسی مثال نہیں تھی جسے تم اپنا نہ سکو۔ اس غرض سے نہیں تھی کہ اسے انسانوں سے الگ کر کے دکھایا جائے۔ اس غرض سے تھی کہ انسان کو بتایا جائے کہ تمہاری صلاحیتیں کیا کیا ہیں، تمہاری رسائی کہاں کہاں تک ہے۔ تمہیں میں سے وہ شخص پیدا ہوا ہے یعنی محمد رسول اللہ جنہوں نے نور کی تحصیل میں یہ کمال دکھا دیا ہے۔ درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ اور تم اگر چاہو تو اس نور کی پیروی سے اسی طرح نور سے حصہ پا سکتے ہو۔ اور صرف تعلیم نہیں دی فرمایا یہ نور جو ایک دل پر اترا تھا جس دل میں جلوہ گر ہوا تھا اب دیکھو کہ محمد رسول اللہ کے فیض سے اور آپ کی پیروی کی برکت سے کتنے نوروں میں بدل گیا ہے۔

"فی بیوت اذن اللہ ان ترفع" وہ ایک گھر میں نہیں رہا وہ نور اب گھر گھر میں روشن ہو گیا ہے۔ "محمد رسول اللہ والذین معہ" محمد رسول اللہ اور جو ان کے ساتھی تھے جو واقعۃً معیت رکھتے تھے یعنی صحبت صالحہ سے فیض پاتے تھے ان کے دل بھی تو دیکھو وہ بھی تو روشن ہو رہے ہیں۔ ان کے دلوں سے بھی تسبیحات بلند ہو رہی ہیں اور خدا نے چاہا ہے کہ ان کے دلوں کو اس کی برکت سے بلند کر دیا جائے۔ ان گھروں کو بلند کر دیا جائے جن میں وہ نور روشن ہے۔ اور وہ جو سراجاً منیراً کا مضمون تھا اس کا اس بلندی سے تعلق ہے۔ نور جو وسیع طور پر فیض رساں ہو وہ چھوٹی حالت میں رہ کر نہیں ہو سکتا۔ اسے لازماً رفعت اختیار کرنی ہوگی۔ کیونکہ جتنی بلند چیز ہو اتنا ہی اس کے نور سے دنیا فیضیاب ہو سکتی ہے۔ بعض دفعہ جب بجلیاں نہیں ہوتی تھیں ہم لالٹین کو یا عام چراغ کو زمین پر رکھتے تھے تو وہی کمرہ اندھیرا لگتا تھا پھر جب اچھی طرح دیکھنا ہو تو اسے ہاتھ سے بلند کر کے اونچا کر کے دیکھتے تھے تو سارا کمرہ جگ مگ کرنے لگتا تھا۔ تو محمد رسول اللہ کو جو سراجاً منیراً فرمایا گیا ہے اس پہلو سے بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ اتنا بلند ہو گیا اس نور کی برکت سے جو خدا نے اس نور پر نازل فرمایا اور یہ دونوں مل گئے۔ اتنا رفیع اور بلند ہو گیا کہ وہ سراجاً منیراً کی طرح کل عالم پر چمکنے کی اہلیت پا گیا اور کل عالم اس سے فیضیاب ہونے کی صلاحیت اختیار کر گیا۔ اور اس نے اس حسن کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے زمانے میں چمک کر دوسروں کو ایسی ہی صفات عطا کر کے ثابت کر دیا کہ نوروں میں سب سے وسیع قلب یہی محمد رسول اللہ تھے۔

اس کثرت سے اپنے معیت میں بیٹھنے والوں کو اپنے نور کی شان عطا کرنے والا دنیا میں کبھی کوئی نبی نہیں پیدا ہوا۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ اپنی زبان سے نہیں ان کتابوں کی زبان سے مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ بدھ نے کتنے بدھ پیدا کئے تھے یا اپنے جیسے عقل کل جس کو وہ کہتے ہیں (عقل کل تو صرف خدا کے لئے میرے نزدیک استعمال ہو سکتا ہے) لیکن اپنی طرح کے عقل والے کتنے اور پیدا کئے تھے۔ موسیٰ نے ہارون کے سوا کون سا پیدا کیا تھا جو اس سے مشابہ ہو اور وہ بھی دعا مانگ کے لیا تھا۔ اپنی ذات میں تو ہارون بھی وہ روشنی نہیں تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے ملتے جلتے کتنے حواری پیچھے چھوڑے۔ مگر محمد رسول اللہ کی شان دیکھو کہ کتنا جلدی جلدی اپنے جیسے ہی اور نور دوسروں کے سینوں میں روشن کرنے شروع کر دیئے، گھر گھر میں وہ نور چمکنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ" ان گھروں میں جن کے متعلق خدا نے تقدیر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ان گھروں کو بلند کیا جائے گا۔ "و یذکر فیھا اسمہ" اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے گا۔ دوسرا معنی ہے "ترفع و یذکر فیھا اسمہ" اس کا نام بلند کیا جائے گا اور نام یاد رکھا جائے گا۔ مگر گھروں کی بلندی تو ناموں کی بلندی سے ہی ہے۔ جس گھر میں اللہ نام ہو وہ گھر بلند ہو جایا کرتا ہے۔ "یسبح لہ فیھا" اس میں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ خدا کی تسبیح کریں گے یا کرتے ہیں "بالغدو والآصال" صبح بھی اور شام بھی۔ تو وہ نور حاصل کیسے ہوتا ہے۔ تسبیح الٰہی سے، ذکر الٰہی سے، خدا کا ذکر بلند کرو، اس کی تسبیحات بلند کرو، صبح بھی کرو شام بھی کرو تو تمہیں اس نور سے حصہ ملنا شروع ہو جائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وہ نور ہے جو خدا نے مثالاً بیان فرمایا ہے ورنہ اللہ کے نور کی حقیقت کو کوئی دنیا میں نہیں جانتا۔ اب چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے باقی انشاء اللہ آئندہ خطبے میں۔

اعلانات نکاح وشادی خانہ آبادی

(۱) عزیزہ عطیۃ القدوس بنت مکرم مولوی ظہیر احمد صاحب خادم ساکن قادیان کا نکاح ہمراہ مکرم ارشد علی صاحب صدیقی ابن مکرم ڈاکٹر شعلی صدیقی صاحب شال ساکن قادیان ۱۵۰۰۰/ روپے حق مہر پر۔

(۲) :- عزیزہ صباح بانو صاحبہ بنت مکرم محمود احمد صاحب ساکن جے پور کا نکاح ہمراہ عزیزم مکرم داؤد احمد صاحب فاروقی ابن مکرم عبد القدوس صاحب فاروقی ساکن جے پور (راجستھان) ۱۲۵۵۱/ روپے حق مہر پر۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر ۲۶/۱۲/۹۵ کو مسجد اقصیٰ قادیان میں پڑھا۔ ہر دو رشتوں کے ہر جہت سے کامیاب و بابرکت ہونے کے لئے احباب سے درخواست دعا ہے۔ (اعانت بدر /۱۰۰) [illegible]

★ مکرم عبد الجبار خان صاحب صدر جماعت احمدیہ مسکرا یوپی۔ اپنے بیٹے عزیز جابر احمد خان صاحب کی شادی خانہ آبادی ہمراہ عزیزہ منور البشریٰ بنت مکرم فرید احمد صاحب سولیجہ آف کانپور یوپی کے موقعہ پر اعانت بدر میں یکصد روپیہ ارسال کرتے ہوئے احباب کرام سے اس رشتہ کے بابرکت و مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (ظفر عالم خان امیر جماعت کانپور)

مکرم عظمت اللہ صاحب جبینا ابن مکرم رحمت اللہ صاحب جبینا آف یادگیر کا نکاح عزیزہ رضوانہ بیگم بنت مکرم محمد ابراہیم صاحب شیخ کے ساتھ مبلغ /۵۱۰۰۱ روپے حق مہر پر یکم مارچ ۱۹۹۶ء بروز جمعہ مکرم مولوی نذر الاسلام صاحب مبلغ سلسلہ یادگیر نے پڑھا۔ ولیمہ ۲/ مارچ کو عمل میں آیا۔ مکرم رحمت اللہ صاحب جبینا نے اعانت بدر میں مبلغ /۵۰ روپے دئے ہیں۔ اور دعا کی درخواست کی ہے۔ (عبد المنان مالک)
نمائندہ بدر یادگیر

پاکستان کی ناکام فوجی بغاوت

اور پس پردہ خوفناک سازش

(رشید احمد چوہدری لندن)

گزشتہ سال کے آخر پر پاکستانی اخبارات میں چند فوجی افسران کی بغاوت کے جرم میں گرفتاری کے بارہ میں گرما گرم خبریں شائع ہوئیں اور قوم کو بتایا گیا کہ گرفتار شدگان فوجی افسران بعض سویلین افراد کے ساتھ مل کر ملک میں "اسلامی انقلاب" لانا چاہتے تھے مگر ان کی سازش کا بروقت سراغ لگا لیا گیا۔ اور ایک میجر جنرل، ایک بریگیڈیئر، تین کرنل اور چھ سات دوسرے افسروں سمیت کوئی چالیس کے لگ بھگ فوجی افسروں کو ۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو گرفتار کر لیا گیا۔ منصوبے کے تحت ان لوگوں نے مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۵ء کو ہونے والے کور کمانڈروں کے اجلاس میں پوری فوجی قیادت، صدر مملکت، وزیر اعظم اور بعض دوسری سیاسی شخصیتوں کے قتل کا منصوبہ بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ وزیر دفاع پاکستان آفتاب شعبان میرانی نے سینیٹ میں بیان دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ اس سازش کے سرغنہ کو "امیر المومنین" اور "چیف آف سٹاف" بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اس باغی ٹولے نے اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لئے مذہب کا سہارا بھی لیا اور دراصل وہ ایک "خود ساختہ شریعت" ملک میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔

خود وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ نے فرمایا کہ گرفتار فوجی انہیں، ان کے بچوں اور صدر مملکت، کو قتل کرنا چاہتے تھے (جنگ لندن ۱۸ نومبر ۱۹۹۵ء)

اخباری رپورٹوں کے مطابق فوجی قیادت پر قبضے کے منصوبے کی کامیابی کے بارے میں یہ فوجی افسران اس قدر پریقین تھے کہ انہوں نے اپنے لئے آئندہ کے سینئر عہدوں کا چناؤ بھی کر لیا تھا۔

سیاسی لیڈروں کے تبصرے

ان فوجی افسران کی گرفتاری پر ملک کے کئی ایک سیاسی لیڈروں نے دلچسپ تبصرے کئے ہیں جن سے ان لیڈروں کی عقل و فہم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً مولانا فضل الرحمان نے کہا:

"فوجی افسروں کو گرفتار کرنا ایک سازش ہے"

جنگ لندن ۲۰ اکتوبر ۹۵ء)

اور جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا:

"ان افسروں کی گرفتاری پاک فوج سے اسلامی ذہن رکھنے والے فوجی افسروں کا انخلاء ہے"

(جنگ لندن ۱۸ اکتوبر ۹۵ء)

معلوم نہیں قاضی صاحب شریعت کے کس حکم کے تحت ایک "باغی ذہن" کو "اسلامی ذہن" قرار دے رہے ہیں۔

اعجاز الحق نے اخباری بیان جاری کرتے ہوئے کہا:

"گرفتاریوں سے قبل نہ کسی سے مشورہ کیا گیا نہ قوم کو اعتماد میں لیا گیا"۔

(جنگ لندن ۱۸ اکتوبر ۹۵ء)

اصل صورۃ حال کا تو ان افسران کے کورٹ مارشل کی کارروائی کے بعد ہی پتہ چلے گا مگر یہ بات انتہائی تشویشناک ہے کہ فوج کے اندر چاہے محدود پیمانہ پر ہی سہی باغیانہ خیالات کے حامل موجود ہوں

اسلام میں تو سرے سے بغاوت کی اجازت ہی نہیں پھر اس کے علاوہ آرمی میں اپنا ایک ڈسپلن اور نظم و ضبط ہوتا ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف فوجی ضابطوں کے تحت کارروائی کی جاتی ہے۔

گرفتاریوں پر تنقید کرنے والے لیڈروں کے جواب میں گورنر پنجاب راجہ سروپ خان کا ایک بیان بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی دیندار شخص غلط کام کرے تو کیا اس کو پکڑنا غلط ہوگا"

محترمہ بینظیر صاحبہ نے بھی ان لیڈروں کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے قوم کو بتایا کہ:

"یہ فوجی افسر کرپٹ تھے۔ نام نہاد اسلامی انقلاب لانا چاہتے تھے۔ امیر المومنین کہلانے کے شوقین یہ لوگ اسکینڈلز میں ملوث تھے اور پاکستان کو فرقہ وارانہ ریاست بنانا چاہتے تھے خدا اور ملک کے ساتھ وفاداری کے عہد کو توڑنے کے لئے تیار تھے۔ یہ اقتدار کی ہوس رکھنے والے مہم جوؤں کا ایک گروپ تھا جو پاکستان کو خانہ جنگی میں دھکیل دیتے۔ پاکستان کی مسلح افواج کے بہترین لوگوں کو تباہ کر دیتے۔ ان کا نظام پرتشدد تھا جو خود کو صالح بنا کر پیش کرنے اور دوسروں کے خلاف انتقامی کارروائیوں پر مبنی نظام تھا یہ نظام مولویوں اور ان بے اصول افراد کا ایک ناپاک اتحاد تھا"

وزیر اعظم نے ناکام فوجی بغاوت کی کڑیاں ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء سے جوڑتے ہوئے کہا کہ:

"جن لوگوں نے ڈکٹیٹر شپ کی کوکھ سے جنم لیا ہے ان کی طرز فکر جابرانہ ہے۔ پاکستان کے عوام نے وہ نام نہاد اسلامی انقلاب دیکھ لیا ہے جس میں ملاؤں کے ایک گروہ نے خدا کے پیغام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا اور اپنے آپ کو صالح ترین ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مسلمان بھائی چارہ کے لئے جہاد کرنے والے راہنما مولانا مودودی کے ایک مقلد جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے نظام میں تبدیلی لانے کا اعلان کیا اور کہا کہ صرف "اچھے" اور "صالح" مسلمان انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس لئے جماعتی بنیاد پر انتخابات نہیں کرائے گئے۔

ماضی کے مسترد شدہ سیاست دانوں کو انتخابات کے لئے نااہل قرار دے دیا گیا اور ان کی جگہ "صاف ستھرے" چہرے منتخب کئے گئے لیکن یہ نام نہاد صاف ستھرے چہرے انتہائی گندے چہرے نکلے۔ یہ وہ چہرے تھے جن کا کوئی ضمیر نہیں تھا۔ وہ روٹی کے ٹکڑے کے لئے عوام اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ غداری کے لئے تیار تھے۔ ایک غیر نمائندہ حکومت جو احتساب سے ماوراء تھی کو قائم رکھنے کے لئے ایک ناپاک اتحاد تشکیل دیا گیا۔ یہ اتحاد ملاؤں اور ابن الوقت سیاست دانوں کا اتحاد تھا۔ اس "نئے نظام" نے پاکستان میں تشدد اور کرپشن کی سیاست کو تعارف کروایا۔ ان لوگوں نے منشیات اور بندوق کی تجارت کی۔ ان کا کردار یہ تھا کہ انہوں نے جہاد افغانستان سے اپنے اور اپنے خاندانوں کو امیر کیا۔ اس دور میں اختلاف رائے کی اجازت نہیں تھی۔ پریس پر سنسر شپ عائد تھی......۔

امتیاز، عدم رواداری اور نفرت جنرل ضیاء الحق کے نام نہاد اسلامی انقلاب کی جزئیات تھیں۔ اس دور میں مذہبی جماعتوں کو بے تحاشہ پیسہ دیا گیا کہ اپنے مدرسے قائم کریں جہاں ایسے روبوٹ تیار کئے جائیں جنہیں نفرت پھیلانے اور بندوق چلانے کے لئے استعمال کیا جا سکے ان لوگوں نے قائد اعظم کو کافر کہا اور ان پر برطانیہ کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا۔ انہوں نے اس عظیم قوم کے بانی کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ وہ آج بھی یہی جھوٹ بول رہے ہیں۔ جو لوگ ان عناصر کے تشدد، غنڈہ گردی اور آمریت کی سیاست کی مخالفت کرتے ہیں "امریکی ایجنٹ" اور "لادین" کہا جاتا ہے جبکہ اصل مغربی ایجنٹ وہ نام نہاد ملاں ہیں جو سی آئی اے کے فنڈز سے خریدی ہوئی بندوقیں لہراتے پھرتے ہیں"

محترمہ بے نظیر صاحبہ نے اسلام آباد اکادمی ادبیات کی بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ بیان دیا تھا کہ

اسی ضمن میں جریدہ الوطن العربی نے اپنے ایک مضمون میں یہ انکشاف کیا ہے کہ قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاک فوج کے اعلیٰ افسران سے مل کر سوڈان کے انقلاب کی طرز پر پاکستان میں انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔

مقدمہ کی سنسنی خیز تفصیلات

مقدمہ بغاوت کی جو سنسنی خیز تفصیلات اس وقت تک سامنے آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ فوجی افسروں کا یہ گروہ ایک عرصہ سے حکومت کا تختہ الٹنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ عدالت میں پیش ہونے والے ایک گواہ محمد سعید خان نے بتایا کہ گزشتہ سال حج پر روانگی سے پہلے بریگیڈیئر

مستنصر باللہ نے کوئٹہ بلا کر اسے بتایا کہ وہ حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی کو اعتماد میں لے لیا ہے۔ بریگیڈئر نے یہ بھی بتایا کہ اس کام کے لئے انہیں تین سو افراد اور چند لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ یہ ایکشن ان سویلین لوگوں کی مدد سے کیا جائے گا جو افغان جہاد میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ یہ آپریشن راولپنڈی میں کور کمانڈروں کی کانفرنس کے دوران کیا جائے گا۔ میجر جنرل عباسی ہی سٹاف کار دو بجانرو گاڑیوں کی قیادت کرے گی سٹاف کار کو G.H.Q کے گیٹ پر نہیں روکا جائے گا اور اس طرح کور کمانڈر کانفرنس کے شرکاء کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ مگر بریگیڈئر انتصار کو بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اس آپریشن کے بعد میجر جنرل عباسی کو چیف آف آرمی سٹاف اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنایا جائے گا۔ صدر اور وزیر اعظم کو ٹیلیفون پر آگاہ کر دیا جائے گا اور ٹرپل ون انفنٹری بریگیڈ کمانڈر کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

قیادت کیس کے مرکزی کردار مدینہ منورہ میں مقیم مذہبی شخصیت صوفی محمد اقبال ہیں۔ سلطانی گواہ کرنل لیاقت علی راجہ نے کہا کہ وہ ۱۹۹۱ء میں صوفی اقبال کے مرید بنے تھے۔ کرنل محمد آزاد منہاس نے ان کا تعارف صوفی اقبال سے کرایا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں وہ مدینہ منورہ گئے اور رمضان المبارک کے دوران صوفی اقبال کے ہاں مقیم رہے۔

کرنل لیاقت علی راجہ نے کہا کہ صوفی محمد اقبال ۱۹۹۳ء میں پاکستان آیا اور خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا میں قیام کیا۔ اس دوران وہ بھی ایک ماہ کی چھٹی لے کر وہاں پہنچا اور اس کے ساتھ ٹیکسلا میں رہا۔ اس دوران مختلف فوجی افسر مثلاً لیفٹیننٹ جنرل غلام محمد ملک، لیفٹیننٹ جنرل نصیر اختر، میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی، میجر جنرل سعید الظفر اور میجر جنرل رشید بیگ بھی وہاں آئے اور صوفی اقبال سے ملاقات کی۔

کرنل راجہ لیاقت علی نے یہ بھی بتایا کہ ۱۹۹۲ء کے ماہ رمضان میں وہ آخری دس دن اعتکاف بیٹھے اور اس دوران اسے بتایا گیا کہ وہ اب خلیفہ نہیں رہے۔ صوفی اقبال نے ان سے خلافت واپس لے لی ہے۔ اس قیام کے دوران صوفی اقبال نے پاکستان میں اسلامی انقلاب لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے کہا کہ صوفی اقبال نے اپنے رمضان کے خطاب میں کئی مرتبہ کہا تھا کہ فوج نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں۔

کرنل لیاقت نے یہ بھی بتایا کہ ستمبر ۹۵ء کے پہلے ہفتہ میں بریگیڈئیر مستنصر باللہ کے دفتر میں منصوبہ بندی کے دو اجلاس ہوئے اور ۲۰ ستمبر کو میجر جنرل عباسی اور بریگیڈئیر مستنصر باللہ کے ساتھ اس کی ملاقات ائرپورٹ کی مسجد میں ہوئی۔ اس ملاقات میں بریگیڈئیر مستنصر باللہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ منصوبے کے لئے رقوم اور ہتھیاروں کا انتظام ہو گیا ہے۔ جب کرنل لیاقت نے یہ نکتہ اٹھایا کہ اگر ہتھیاروں کے حصول کے دوران پکڑے گئے تو پھر کیا ہو گا تو بتایا گیا کہ اگر وہ پکڑے گئے تو وہ یہ موقف اختیار کریں گے کہ وہ کشمیری مجاہدین کو اسلحہ فراہم کر رہے تھے۔

امام مہدی کی شناخت

کرنل لیاقت علی راجہ نے اپنے بیان میں فوجی افسر کرنل محمد آزاد منہاس کے بارہ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ کرنل صاحب انہیں یہ بتاتے رہے کہ مدینہ میں مقیم صوفی محمد اقبال ہمارے عہد کے قطب الزماں ہیں۔ انہیں پیر کی تابعداری اور عشق کے ذریعہ "توحید المطلب" کی منزل حاصل کرنی چاہیے۔ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کی عمر ۳۰ سال ہے۔ جن کی شناخت کعبہ میں طواف کے دوران صوفی اقبال کریں گے۔ حرمین کے قرب و جوار میں واقع ہوٹلوں پر مجاہدین قبضہ کر لیں گے۔ "دجال" امریکہ کی شکل میں سعودی عرب پہنچ گیا ہے جس کا مقابلہ امام مہدی کریں گے۔ پاکستان اور افغانستان سے ایک لشکر امام دجال کے خلاف امام مہدی کے جہاد میں مدد فراہم کرنے کے لئے جائے گا۔ ۱۹۹۵ء بڑی تبدیلیوں کا سال ہو گا۔ اس سال بہت سے افسر ڈبل پروموشن حاصل کریں گے اور کرنل سے میجر جنرل بن جائیں گے۔ اس لئے انہیں مجلس درود شریف کے ذریعہ اپنے حلقہ کو وسعت دینی چاہیے۔ میجر جنرل ظہیر الاسلام امید کی واحد کرن ہیں۔

> یہ اتنی بڑی سازش اتنی خطرناک سازش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کی دعاؤں سے ٹلی ہے اور وہ دعاؤں کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور جاری رہنا چاہیے۔

"امیر المومنین" کا مجوزہ اولین خطاب
پاکستان ایک سنی سٹیٹ ہو گی

فوجی عدالت میں تحقیقات کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ مولانا عبدالقادر ڈیروی نے بریگیڈئیر مستنصر باللہ کو ایک تقریر لکھ کر دی تھی جسے مبینہ طور پر آپریشن کے بعد مقرر کردہ "امیر المومنین" نے ریڈیو اور ٹی وی سے نشر کرنا تھا۔ اس خطاب میں کہا جاتا تھا کہ:

"پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دے کر اس مملکت خداداد میں آج ہم اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کا اعلان کرتے ہیں"

نئے مدعی نبوت کو تسلیم کرنے والے واجب القتل ہیں

"ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ختم ہے۔ آپ کے بعد ہر نیا مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے خارج از اسلام ہیں۔ اگر پہلے مسلمان تھے اور پھر نئے مدعی نبوت کو بحیثیت نبی تسلیم کر لیا خواہ وہ کسی بھی تعداد میں ہوں سب مرتد اور واجب القتل ہیں"

عقائد اسلامیہ کا تحفظ

"عقائد اسلامیہ کا تحفظ حکومت کی اعلیٰ ترین ذمہ داری ہو گی۔ آج سے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عظمت شان کے خلاف کچھ کہنے والے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی بھی طرح گستاخی کا مرتکب مستوجب سزا شرعی ہو گا"

ولادتیں

☆ مکرم مولوی غلام حیدر خان صاحب معلم وقف جدید ہنگھ گمنو (یوپی) تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۹؍۱؍۹۶ کو ان کو پہلے بیٹے سے نواز ا ہے۔ حضور انور نے لڑکے کا نام فیضان احمد تجویز فرمایا ہے۔ نومولود کے خادم دین بننے اور صحت و سلامتی کے لئے دعا کی درخواست ہے (اعانت بدر ۵۰ روپے)

(رفیق احمد مینیجر بدر قادیان)

☆ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خاکسار کو شادی کے ۶ سال بعد پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ جو تحریک وقف نو میں شامل ہے بچے کا نام حضور انور نے ازراہ شفقت "عبدالاول حلیم" تجویز فرمایا ہے۔ عزیز نومولود مکرم عبدالعظیم صاحب درویش مرحوم کا پوتا اور مکرم منشی محمد صادق صاحب مرحوم آف احمد نگر (ربوہ) کا نواسہ ہے۔ احباب کرام سے نومولود کے نیک صالح و خادم دین ہونے اور طول عمر و بلندی اقبال کے لئے درخواست دعا ہے۔ (اعانت بدر ۵۱ روپے)

(عبدالحلیم طاہر قادیان)

شکر ہے ہوش آگئی

شیخ ناصر احمد خالد لاہور

۲۹ جنوری کو یہاں لاہور میں گورنمنٹ کالج کے سفید محرابوں والے خوبصورت ہال میں پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب نوبل لاریئیٹ کی ۷۰ ویں سالگرہ بہت احترام عقیدت جوش اور ولولہ سے منائی گئی - بعد میں مجھے خیال آیا - کہ میں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے "اخبار الفضل" کے قارئین کو بھی اس تقریب میں شامل کر لوں لہذا اس تقریب کا حال مختصراً تحریر کرتا ہوں یہ تقریب پاکستان فورم - پاکستان فزیکل سوسائٹی اور گورنمنٹ کالج فزکس سوسائٹی کے زیر اہتمام منائی گئی - جہاں خصوصی گورنمنٹ کالج لاہور کے سابق پرنسپل سابق صوبائی سیکرٹری تعلیم اور سابق ایڈیشنل چیف سیکرٹری پنجاب جناب پروفیسر ایم - رشید تھے - جو کہ مشہور اکانومسٹ ہیں - اور آج کل "ڈیلی نیوز" میں کالم لکھتے ہیں ان کے ساتھ سٹیج پر گورنمنٹ کالج کے موجودہ پرنسپل ڈاکٹر خالد آفتاب اور پنجاب یونیورسٹی فزکس کے پروفیسر ڈاکٹر انیس عالم، جو کہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی سر انجام دے رہے تھے ڈاکٹر انیس عالم کا ڈاکٹر سلام کے بارے میں مضمون "ڈان" ۲۶ جنوری اور پروفیسر پرویز ہود بھائی آف اسلام آباد یونیورسٹی کا مضمون "ڈیلی نیوز" ۲۹ جنوری میں شائع ہوا ہے -

سب سے پہلے پاکستان فورم کے جنرل سیکرٹری نے ڈاکٹر سلام کا خط پڑھا - جس میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی صحت کی موجودہ حالت اور دیگر سرگرمیوں کے بارے میں روشنی ڈالی تھی دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے مبارک باد کے پیغامات بھی پڑھے گئے - ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بھائی چوہدری عبد الحمید صاحب اپنی بیماری کے باوجود اس تقریب میں شامل ہوئے اور انہوں نے اپنے بزرگ والد حضرت چوہدری محمد حسین صاحب کی ڈائری سے کچھ اوراق پڑھ کر سنائے جو کہ ڈاکٹر صاحب کی سکول کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں تھے - جنہیں حاضرین نے اس صدی کے سب سے بڑے سائنس دان کے بارے میں نہایت دلچسپی سے سنا - جب سٹیج سے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کا نام پکارا گیا - تو مجھے بہت حیرانگی ہوئی کہ اردو ادب کا آدمی سائنس کے نوبل پرائز ونر کے بارے میں کیا کہے گا - معلوم ہوا کہ دونوں میں کالج کے زمانہ سے دوستی ہے - جب یہ ہوسٹل میں رہا کرتے تھے ڈاکٹر وحید قریشی نے ڈاکٹر سلام کے بارے میں بعض حیران کن انکشافات بھی کئے - ایک یہ کہ ۱۹۴۲ء میں برصغیر کے مشہور ادبی پرچہ "ہمایوں" میں ان کا غالب کے بارے میں مضمون چھپا - کہ غالب کب تک "اسد" تخلص استعمال کرتے رہے اور غالب کب سے دوسرے یہ کہ ایک دفعہ انارکلی میں سیر کرتے ہوئے انہوں نے ڈاکٹر سلام سے کہا کہ میر کے ساتھ ساتھ دکانوں کے سائین بورڈ پڑھتے جائیں اور آخر میں جا کر اسی ترتیب سے تمام سائین بورڈ لکھ دیں - تو جب چیک کیا گیا - تو ڈاکٹر صاحب کا جواب ۹۵٪ صحیح تھا یہ ایک لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کی یادداشت کا ٹیسٹ تھا اور بھی بہت سی باتیں بتائیں - جنہیں میں طوالت کے خوف سے نہیں لکھتا -

پروفیسر ایم - رشید نے بتایا - کہ ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے حالات سے دلبرداشتہ ہو کر جب انہوں نے کیمبرج جانے کا فیصلہ کیا تو پروفیسر رشید سے بھی مشورہ کیا - چنانچہ انہیں مشورہ دیا گیا کہ آپ فوری طور پر کیمبرج کی آفر قبول کر لیں - ڈاکٹر صاحب کے سکول کے زمانے میں جھنگ میں بجلی نہیں تھی چنانچہ ڈاکٹر صاحب رات کو لیمپ پوسٹ کے نیچے جا کر مطالعہ کرتے تھے اور ان کے کلاس فیلوز انہیں "کاڈا" کہا کرتے تھے -

ایک اور انکشاف ہوا کہ ڈاکٹر صاحب گورنمنٹ کالج کے زمانہ میں ۴۴-۴۵ء میں "راوی" کے ایڈیٹر رہے - چنانچہ "راوی" کی موجودہ ایڈیٹرس مس نیر انصاری (جو کہ فزکس کی طالبہ ہیں) نے ڈاکٹر صاحب کا ایک ایڈیٹوریل پڑھ کر سنایا جس میں بار بار یہ فقرہ آتا تھا کہ "بیسویں صدی انسان کی زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے" خوبصورت انگریزی زنیرہ نے بہت خوبصورت انداز میں پڑھی - جس سے ہال میں ایک سماں بندھ گیا - میں نے ایک دفعہ پڑھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اگر سائنس کی طرف نہ جاتے تو انگلش لٹریچر میں ایم - اے کرتے -

ایک عرصہ بعد اس تقریب میں میری ملاقات جناب قاضی منصور احمد صاحب سے بھی ہوئی - جو کہ جنیوا اور جاپان میں حکومت پاکستان کے سفیر رہے ہیں اور گورنمنٹ کالج لاہور اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سابق پرنسپل جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم - اے (کینٹب) کے صاحبزادے ہیں - قاضی صاحب کے بارہ میں الفضل میں ایک دفعہ ڈاکٹر پرویز پروازی کا مضمون شائع ہوا تھا کہ گلبرگ کے پونش اور امیر رہائشی علاقہ میں دور سے ہی نظر آجاتا تھا کہ "یہ ایک پروفیسر کا گھر ہے" ظاہر ہے وہ قاضی محمد اسلم صاحب کے گھر کا ذکر کر رہے تھے جب میں نے یہ بات قاضی منصور احمد صاحب کو بتائی تو وہ بہت محظوظ ہوئے -

آخر میں پاکستان فورم کے سیکرٹری نے ریزولیوشن پیش کیا کہ ڈاکٹر سلام کے نام پر چاروں صوبوں کے صدر مقامات پر اہم سڑکوں کے نام رکھے جائیں - ڈاک کے یادگاری ٹکٹ جاری کئے جائیں اور انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کا نام ڈاکٹر سلام کے نام پر رکھا جائے وغیرہ -

اخبار ڈان نے یکم فروری کو ایڈیٹوریل لکھا ہے - "RECOGNITION AT LAST" کہ خوشی کی بات ہے کہ بالآخر اب پاکستان میں بھی ڈاکٹر سلام کو تسلیم کیا جانا شروع ہو گیا ہے -

اس یادگار شام کا اختتام افطاری پر ہوا اور اس کے بعد چیف گیسٹ پروفیسر ایم - رشید اور ڈاکٹر سلام کے بھائی نے مل کر ایک بہت بڑا کنگ سائز کیک کاٹا جو کہ تمام شرکاء میں تقسیم کیا گیا - اس تقریب کی ویڈیو ریکارڈنگ احمدیہ ٹیلی ویژن انٹرنیشنل والوں نے کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمام دنیا میں ٹیلی کاسٹ کی جائے گی -

اخباری اطلاع کے مطابق اسی طرح کی ایک شاندار تقریب قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں بھی منعقد ہوئی جس میں سینٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد صاحب کی صدارت تھی اور بیگم شہناز وزیر علی نے وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو کا مبارک باد کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا

احباب دعا کریں کہ آئندہ برس جب یہ تقریبات پاکستان میں منعقد ہوں تو ڈاکٹر سلام صاحب بکلی صحت یاب ہو کر بنفس نفیس ان میں شامل ہو سکیں - (آمین)

بقیہ صفحہ ۱۴

آپ نے صرف ۱۲ سال کی عمر میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے تھے آپنے بتایا کہ اب تک آپکے ساڑھے چار سو مضامین جماعتی رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں پہلا مضمون عیسائیت پر لکھا تھا جب آپ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے -

۱۹۷۸ء میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام جو کسر صلیب کانفرنس لندن میں ہوئی تھی اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے خصوصی ارشاد اور خواہش پر آپ نے غیر معمولی طور پر ایک مقالہ تیار کر کے اس کانفرنس میں پڑھا - جسے سن کر یورپ کے بڑے بڑے سکالرز بھی پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ آپکی اس تحقیق کا منبع کیا ہے لاہور میں آپکی شہرت ثقافتی حلقوں میں بھی تھی چنانچہ عجائب گھر کی انتظامیہ نے قدیم زبانیں پڑھنے کی آپکی لیاقت اور قابلیت کے پیش نظر آپکو بلوایا تا آپ وہاں پر موجود پرانے زمانے کے سکوں کی تحریریں پڑھ کر بتا سکیں کہ ان پر کیا لکھا ہوا ہے آپنے یہ کام بھی خوش اسلوبی سے سر انجام دیا -

آپ کے لواحقین میں آپ کے عقد اول سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں جبکہ عقد ثانی سے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے شامل ہیں - قارئین سے ان سب لواحقین کے صبر جمیل اور حضرت شیخ صاحب مرحوم کی مغفرت کے لئے نیز اس عظیم علمی اور تحقیقی خلاء کے پر ہونے کے لئے بھی درخواست دعا ہے

(بشکریہ ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی)

بیسویں صدی کے دو دلچسپ خطباتِ جمعہ

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت

برِّصغیر پاک و ہند کے ممتاز اہلِ قلم جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنی تالیف "میری داستانِ حیات" کے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے۔

"ایک دفعہ میں اور ہیڈ ماسٹر چوہدری عبد الغنی قریب کی ایک مسجد میں جمعہ پڑھنے گئے امام بوجہ علالت غیر حاضر تھا چونکہ عدالت بھی قریب تھی اور تمام مقدمہ باز وہاں جمع ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے اصرار کیا کہ نماز جلد ادا کی جائے سب نے ایک باریش آدمی سے کہا کہ وہ نماز پڑھائیں یہ امام نما آدمی دراصل اسسٹنٹ کمشنر کا ریڈر تھا۔ کسی جھجک کے بغیر منبر پر چڑھ گیا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ والی آیت پڑھی اور پھر تفسیر یوں پیش کی۔

اے اللہ! یہ لوگ جو اس وقت سر جھکا کر عاجزانہ صورت بنائے تیرے حضور میں حاضر ہیں ان کی ظاہری شکلوں سے دھوکا نہ کھانا یہ اندر سے بڑے بدمعاش، خبیث اور بدبیں ہیں۔ ان میں سے اکثر ابھی ابھی میرے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر آئے ہیں۔ ان میں سے کوئی زانی ہے، کوئی چور اور کوئی قاتل۔ لعنت ان پر اور ان کے آباؤ اجداد پر۔ اس منزل پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے اشارہ کیا کہ آؤ چلیں۔ چنانچہ ہم جوتے اٹھا کر چل پڑے۔ امام صاحب نے ہمیں دیکھ لیا اور بولے اے اللہ یہ دو بدمعاش تیرا مقدس کلام نہیں سننا چاہتے ان کے نام نوٹ کر۔ ہم ڈر کر وہیں بیٹھ گئے اور امام صاحب نے کہا:۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تعالیٰ اَعْلٰی وَ اَوْلٰی وَ اَجَلّ وَ اَکْبَر۔ جمعہ ختم ہو گیا لیکن ۵۶ سال سے اس کی یاد زندہ ہے۔"

اب اسی صدی کے ایک اور خطبہ جمعہ کا خلاصہ بھی سنئے اور اندازہ کیجئے کہ ایک سرکاری مسلمان اور ایک صاحبِ عرفان کے اندازِ فکر اور اسلوبِ بیان میں کتنا واضح اور نمایاں بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب مشہور عالم مترجم قرآن مجید (انگریزی) تھے جو ۲۶ر فروری ۱۹۳۶ء کو قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی تکمیل کے لئے قادیان سے انگلستان تشریف لے گئے تو راستہ میں آپ کو بمبئی شہر میں مختصر سے قیام کا اتفاق ہو گیا۔ جمعہ کا روز تھا بمبئی شہر کی مقامی جماعت کے ارکان نے آپ سے نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول کر لیا۔ خطبہ جمعہ میں حضرت مولانا صاحب نے احبابِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگرچہ میں ایک معمولی آدمی ہوں اور آپ کو کسی معاملہ میں مکلّف کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا لیکن چونکہ آپ نے آج وقتی طور پر اپنی امامت کے لئے میرا انتخاب کیا ہے۔ اس لئے اب آپ سب پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ اس نماز میں صدقِ دل کے ساتھ پورے طور پر میری پیروی کریں۔ آپ سب کو لازمی طور پر میری اقتداء کرنا ہوگی۔ کسی کو چون و چرا کی مجال نہ ہوگی۔ میری کسی غلطی پر آپ زیادہ سے زیادہ سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر میں نماز میں کوئی غلطی کر جاؤں تو آپ لوگوں کو بھی لازمی طور پر میری اقتداء میں وہ غلطی کرنا ہوگی۔ کسی کو نکتہ چینی کرنے کا حق نہ ہوگا۔"

اس بات کے بیان کرنے سے میری غرض آپ کو یہ نصیحت کرنا ہے کہ ہمارے مذہب میں جب ایک معمولی آدمی جس کو صرف وقتی طور پر امام بنایا جائے۔ اس کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امامِ وقت حضرت خلیفۃ المسیح جس کے ہاتھ پر ہم سب نے بیعت کی ہوئی ہے اس کی بدل و جان اطاعت اور فرمانبرداری کرنا کس قدر ضروری ہے۔ اور اس سے روگردانی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اس نکتہ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔"*

تبلیغ کا صحیح طریق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں

از مکرم چوہدری مبارک علی صاحب درویش قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سادہ الفاظ میں اس مضمون کا عنوان ہی میں نے تبلیغ کا صحیح طریق رکھا ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس وقت لاکھوں بلکہ کروڑوں روحیں قبولیت ہدایت کے لئے تیار بیٹھی ہیں مناسب معلوم دیتا ہے کہ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام کے الفاظ میں ہی کچھ عرض کیا جائے۔ سب سے پہلے تو ہر مبلغ بلکہ ہر احمدی کے لئے حضور نے جن صفات کا ذکر فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

"چاہیئے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تبلیغ زندگی کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہوں ...... اخلاقی حالت اچھی ہو۔ تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں مستقل راست قدم اور بُردبار ہوں۔ اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں۔ ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔ مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوت جذب ہوتی ہے۔ وہ آپ جاذب ہوتا ہے وہ اکیلا رہتا ہی نہیں۔"

(ملفوظات حصہ پنجم صفحہ ۲۱۱)

اور اس کے بعد حضور اقدسؑ نے بطور پیشگوئی بشارت دی ہے کہ:

"جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس نے پہلے ازل سے ہی ایسے آدمی رکھے ہیں جو بکلی صحابہ کے رنگ میں رنگین اور انہیں کے نمونہ میں چلنے والے ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں گے اور جو اس راہ میں مر جائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے"

(ملفوظات حصہ پنجم صفحہ ۲۱۱)

جس کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو دیکھنے یا ملنے کا موقع ملا ہے اُس کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو واقعہ میں ایسے ایسے پیارے وجود عطا ہوئے کہ اُن میں ایسی قوتِ جذب تھی کہ دل نہیں چاہتا تھا کہ ان کے پاس سے اُٹھ کر جائیں۔

میدان تبلیغ میں صرف علم کام نہیں دیتا جب تک روح القدس کی تائید میسر نہ ہو۔ یہ کیفیت مقام کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں بھی آپ کو نمایاں فرق نظر آئے گا۔ اسی لئے جب سیدنا حضرت اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے حالات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور میں قوتِ جذب اس قدر کمال کو پہنچ گئی تھی کہ جو بھی ایک دفعہ قرب حاصل کر لیتا وہ آپ پر جانثار ہو جاتا ...... تاریخ احمدیت پر غور کریں آپ کو ایسے ہزاروں ستارے نظر آئیں گے۔ اور اس تعلق میں سب سے بڑی نعمت ہمیں خلافت کے رنگ میں نصیب ہوئی ہے۔

تبلیغ کا صحیح طریق

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جائیں بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے اور ہمارے دعوے سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں اگر ان کو نرمی سے سمجھایا جاوے تو امید ہے کہ سمجھ لیں گے۔ جلسوں کی بھی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے

* (الفضل ۲۳ر اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۳ روایت خواجہ عبد الرحمٰن صاحب ایم اے۔ لاہور)

گر نبودے در مقابل رُوئے مکروہ و سیہ
کس چہ دانستے جمالِ شاہدِ گلفام را

کیونکہ اس طرح سے فتنہ پیدا ہوتا ہے چاہیئے کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصے بیان کیئے جاویں۔ جلسوں میں تو ہار جیت کا خیال ہو جاتا ہے۔ چاہیئے کہ دوستانہ طور پر شریفوں سے ملاقات کرتے رہیں اور رفتہ رفتہ موقع پاکر اپنا قصہ سنا دیا۔ بحث کا طریق اچھا نہیں بلکہ ایک ایک فرد سے نشست اپنا حال بیان کیا اور بڑی آہستگی اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی پھر تم دیکھو گے کہ بہت سے آدمی ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہم پر تو ان مولویوں نے اصلیت ظاہر نہیں ہونے دی۔ چاہیئے کہ جس میں علم اور رشد کا مادہ دیکھا اسی کو اپنا قصہ سنا دیا۔ اور فرداً فرداً واقفیت بڑھاتے رہے۔ یہ نہیں کہ سب کے سب ظالم طبع اور شریر ہوتے ہیں بلکہ شریف اور مخلص بھی انہیں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے رات کے پہلے حصہ میں کشف دیکھا کہ زنا، فسق و فجور، بدکاری۔ بے حیائی کا بازار گرم ہے تب وہ جاگا اور خیال کیا کہ ایسا ہی حال ہے تو یہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ تہجد کی نماز پڑھ کر پچھلی رات کو پھر سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ صدہا آدمی ہیں جو دعاؤں میں مشغول ہیں اور خدا تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہیں کوئی صدقہ خیرات کر رہے ہیں کوئی بیکسوں اور یتیموں کی مدد کر رہے ہیں غرض توبہ اور استغفار کا بازار گرم ہے تب اس نے سمجھا کہ انہیں کی خاطر یہ شہر بچا ہوا ہے۔

سنت اللہ ہے کہ ابرار اخیار کے واسطے بڑے بڑے بدکار اور بدمعاش آدمی بھی بچائے جاتے ہیں یاد رکھو کہ کچھ نہ کچھ نیک لوگ بھی ضرور مخفی ہوتے ہیں اگر سب کے سب ہی برے ہوں تو پھر دنیا تباہ ہو جائے۔ (ملفوظات حصہ پنجم صفحہ ۳۱۲-۳۱۳)

آخر میں ایک اہم اور ضروری ہدایت جو جماعت کے افراد کو نئے احمدیوں کے متعلق حضور نے فرمائی ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔ بعض اوقات جب امام وقت کی طرف سے ہر ملک میں بیعتوں کی تعداد اور جماعت میں شمولیت کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے تو بعض طبائع ایسے افراد کو حقیر سمجھ کر تبصرے شروع کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام ایک شخص کے اسی قسم کے خط کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اصلاح ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے یہ بعض مستعجل (جلدباز) لوگ ہیں جو نکتہ چینی پر جلدی کرتے ہیں اخلاص اور ثبات قدم خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے اور اس سلسلہ میں داخل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے داخلہ کے فضل کی توفیق پائی اور ثبات قدم اور اخلاص کی توفیق حاصل کرنے کے واسطے ہنوز وہ منتظر ہیں۔ ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنی حالت کو دیکھے کیا وہ جس دن اس سلسلہ میں داخل ہوا اس دن اس کی حالت وہ تھی جو آج اس کی ہے۔ ہر ایک آدمی رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور کمزوریاں آہستہ آہستہ دور ہو جاتی ہیں گھبرانا نہیں چاہیئے اور اصلاح کے واسطے کوشش کرنی چاہیئے اپنے بھائی کو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ اس کے واسطے دعا کرو۔ اس کے ساتھ برائی نہ کرو بلکہ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔" (ملفوظات حصہ پنجم صفحہ ۲۴۳)

شکریہ احباب

خاکسار کے والد مرحوم کی وفات پر کثیر تعداد میں احباب و خواتین نے بذریعہ خطوط تعزیت کا اظہار کیا ہے اور ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ڈھارس بندھائی ہے۔ سب کی خدمت میں فرداً فرداً جواب دینا ہمارے بس کی بات نہیں بذریعہ اعلان ہذا سب کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسکی جزائے خیر عطا فرمائے اور والد مرحوم کی مغفرت فرمائے نیز ہمیں ان کے نیک اعمال کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(محمد ظفر اللہ مبلغ سلسلہ کالیکٹ۔ کیرلہ)

محترم شیخ عبد القادر صاحب محقق لاہور کا ذکر خیر

مکرم محمد الیاس منیر صاحب۔ فرانکفورٹ

اونچے قد اور صحتمند وجود والا وہ شخص جس کے سرخ و سپید چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی رہتی اور اس مسکراہٹ کے پس منظر میں ہر لحہ گہری سوچ کے آثار نظر آرہے ہوتے، نظریں دور تاریخ کے تاریک گوشوں میں سے کچھ نہ کچھ تلاش کر رہی ہوتیں۔ یہ بہت بڑا اسکالر جس کے شب و روز لائبریریوں اور کتابوں کے درمیان گذرے، اپنی زندگی کے عزیز ترین لمحے تحقیق کے میدان میں اس طرح کھپا کر کہ "محقق" کا لفظ اس کے نام کا ہی حصہ بن گیا، نومبر ۱۹۹۵ء کی ۵ تاریخ کو ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری مراد سلسلہ کے نامور سکالر محترم شیخ عبد القادر صاحب محقق لاہور سے ہے جو جب ملے علمی گفتگو ہوئی، دفتر میں ہوں یا گھر، لائبریری میں ہوں یا کسی اور جگہ کتابوں میں ہی کھوئے ہوئے، کتابوں میں ہی ڈوبے ہوئے، ہر ملاقات میں کوئی نہ کوئی نیا مقالہ آپ نے لکھا ہوتا۔ یہ عظیم وجود اب ہمارے درمیان نہیں رہا بلکہ کل من علیہا فان کی ازلی و ابدی حقیقت کے مطابق اپنے رب کے حضور فنا ہو چکا ہے مگر اس کی یادیں مشعل راہ بن کر ہمیشہ اس جہان میں روشن رہیں گی اور ہمیں دعوت عمل دیتی رہیں گی آئیں اور ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے ان راہوں اور گذرگاہوں کی سیر کریں جن سے ہو کر یہ نابغہ روزگار ہستی تحقیق و تدقیق کی اس منزل تک پہنچی۔ محترم شیخ عبد القادر صاحب محقق ۱۹۱۸ء میں محترم شیخ عبد الرب صاحب کے ہاں فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد محترم نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور شیبہ رام سے عبد الرب ہو گئے تھے محترم شیخ عبد القادر صاحب آپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور پیدائشی احمدی تھے آپ کے والد ماجد صرف پچاس سال کی عمر میں وفات پا گئے تو شیخ صاحب مرحوم نویں جماعت میں تھے۔ اس ناگہانی وفات کے بعد آپ کو سکول سے اٹھا لیا گیا اور اس کے بعد آپ کو کبھی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا تاہم والد صاحب نے بچپن سے ہی آپ کو حساب کی جو تربیت دی تھی وہ آپ کے کام آئی اور آپ نے اسے ہی اپنے پیشے کے طور پر اسے منتخب کیا اور حسابات کے میدان میں اتنی ترقی کی کہ COLONY TEXTILE MILLS ایسے بڑے تجارتی ادارہ کے انکم ٹیکس مشیر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ پھر اس ریٹائرمنٹ کے بعد شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤ الدین کی انتظامیہ نے آپ کو اپنے انکم ٹیکس ایڈوائزر کے طور پر اپنی ملازمت میں لے لیا اور تا دم آخر آپ اسی عہدہ پر رہے محترم شیخ عبد القادر صاحب محقق کی زندگی کا تابناک اور تا قیامت روشن رہنے والا پہلو یہ ہے کہ آپ نے صرف مڈل پاس ہونے کے باوجود علمی اور تحقیقی میدان میں ایسے زبردست اور عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے ہیں کہ آنے والی نسلیں قیامت تک ان سے راہنمائی حاصل کر کے فیض پاتی رہیں گی۔ آپ نے قرآن کریم اور بائیبل کے علوم پر غیر معمولی عبور حاصل کیا، جس کے نتیجہ میں COMPARITIVE STUDIES میں آپ کو حیرت انگیز طور پر کامیابیاں نصیب ہوئیں اور جماعت احمدیہ ہی نہیں بلکہ غیروں میں بھی بنی اسرائیلیات پر سند ٹھہرے آپ نے DEAD SEA SCROLS اور صحائف قمران پر تحقیق کر کے تاریخ کے تاریک گوشوں سے قرآن کریم کے دعاوی کی تائید و تصدیق میں ایسے ایسے شواہد تلاش کر کے اہل فکر و ذکر کے سامنے پیش کئے کہ مخالفین کے منہ بند ہو گئے۔ مطالعہ اور تحقیق آپ کی لازمی غذا بن چکی تھی چنانچہ بستر علالت پر بھی یہ کام جاری رہتا اور دماغ متواتر نئے نئے نکات کی تلاش اور نئے نئے گوشوں کی تراش میں لگا رہتا۔ اردو کے علاوہ انگریزی، عربی اور فارسی حتی کہ لاطینی اور عبرانی کسی بھی زبان میں آپ کی دلچسپی کی کتاب سامنے آجاتی آپ فوراً پڑھ ڈالتے اور اس میں کام کی چیزیں تلاش کر لیتے تھے۔

حوالے تلاش کرنے کا فن اور صلاحیت اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسی ودیعت فرمائی تھی کہ آپ کو ذاتی طور پر ملنے والے شاہد ہیں کہ آپ کتاب کھولتے اور حوالہ سامنے ہوتا۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اداریہ ــــ بقیہ صفحہ (۲)

یہ ہیں وہ خوفناک نتائج جو ہر برہچریہ رہنے یا مانک بننے اور شادی کو نظرانداز کرکے جانوروں کی طرح اس فعل کو سرانجام دینے کے ظاہر ہوئے ہیں۔ آزادی کے نام پر عورتیں بازاروں میں بک گئیں تو دوسری طرف کلبوں، جوئے خانوں اور بے ہودہ فلمی کاروبار کی زینت بن گئیں۔ اور اس طرح آزادی کے نام پر جی بھر کر عورت کو مرد کی ہوس کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ایک طرف تو یہ عورتیں مفاد پرست مردوں کے بہکاوے میں آکر بازاروں میں نکل جاتی ہیں اور ہوس پرست بھیڑیوں کا شکار ہو جاتی ہیں تو پھر یہی آزادی کا رستہ بتانے والے اس عورت کو قبول کرنے سے انکار بھی کر دیتے ہیں۔ ان سے پیدا ہونے والے بچوں کو بازاروں اور گلیوں میں دھتکارا جاتا ہے۔ یہ حال تو اس آزاد عورت کا ہے۔ اور دوسری طرف وہ عورت جو حیادار ہے، جو پردہ دار ہے، جو معاشرے کا ایک مفید جزو ہے اُس کو تنگ نظر، تنگ ذہن اور عورت کی ترقی میں روک کہا جاتا ہے۔ اب ذرا ان انصاف پسندوں پر غور کیجئے کہ بالآخر نہ ان کو ان کی آزاد عورت قبول ہے اور نہ ہی پردہ دار عورت۔ نتیجۃً ہر ذی ہوش یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ عورت کی آزادی کا رونا نہیں ہے بلکہ اس کو اپنی ہوس پرستی کا کھلونا بنانے کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔ آزادی کا بہانہ بنا کر اس ہوس پرستی کی آگ یہاں تک بڑھی کہ جنسیات میں تشدد اور پھر غیر فطری طریقوں کا استعمال ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بچوں کو بھی ہوس پرستی کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ اور پھر اسی پر بس نہیں یہ آگ ساتھ کے ساتھ ھل من مزید، ھل من مزید کا راگ الاپتی چلی جا رہی ہے۔ نہ اس کو سکون ملتا ہے اور نہ ہی یہ بجھنے کا نام لیتی ہے ــــ خدارا گہری نظر سے اس مسئلہ پر سوچیئے۔ کاش! اس معاشرے نے آزادی کے نام پر عورت کو برہنہ کرکے اس کی آبرو ریزی نہ کی ہوتی۔ کاش! اس کے پردۂ شرم کو چاک چاک نہ کیا ہوتا۔ کاش! اعتدال اور میانہ روی کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا ہوتا۔

ہمارے معاشرے کی ایک بدقسمتی یہ بھی ہے کہ اس میں اصلاح کے نام پر منافقت پل رہی ہے۔ کیا یہ منافقت نہیں ہے کہ ہم ایک طرف تو عورت کی آزادی کے علمبردار ہیں لیکن دوسری طرف اس آزاد عورت کو قبول کرنے کے لئے تیار بھی نہیں۔ کیا یہ منافقت نہیں ہے کہ ہم ایک طرف اس بات کے قائل ہو رہے ہیں کہ شادی سے قبل لڑکا اور لڑکی ایکدوسرے کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بہانے بے شک ایکدوسرے سے میل جول رکھیں۔ اس امر کی باقاعدہ اخبارات و ٹی۔وی کے ذریعہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ لیکن جب لڑکا و لڑکی کی طرف سے ایسا اختلاط سوسائیٹی اور ان کے رشتہ داروں کے کانوں میں پڑتا ہے تو اُسے فحاشی اور جنسی بے راہ روی کہا جاتا ہے۔ اور پھر کیا یہ منافقت نہیں ہے کہ جبکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایڈز جیسی خطرناک بیماری بے حیائی و جنسی بے راہ روی کے نتیجہ میں پھیل رہی ہے تو ہم بجائے بے حیائی کو روکنے کے بے حیائی کو جاری رکھنے کے محفوظ طریقوں کی تلاش میں مصروف ہیں۔

پس حقیقت یہ ہے کہ آج کا انسان حد درجہ کی منافقت اور تاریک در تاریک دلدل کی تہہ میں دھنس چکا ہے۔ بالآخر ہم تو بار بار یہی کہیں گے کہ جب تک آج کی دنیا اسلام کی سنہری تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہوتی، ہماری سوسائیٹی عجیب قسم کی منافقت، ذہنی اُلجھن اور احساس کمتری کا شکار رہے گی۔

جنسی بے راہ روی اور بے حیائی کو ختم کرکے اسلام نے کس قسم کے پاکیزہ معاشرہ کی بنیاد رکھی ہے انشاء اللہ آئندہ گفتگو میں اس پر کسی قدر روشنی ڈالی جائے گی ــــ!! (باقی)

(منیر احمد خادم)

شکریہ خط کے لئے!

رام پور سے ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں:۔

”ہفت روزہ بدر سے اسلامیات، قرآن، روزہ، عید ہر طرح کی معلومات ہو جاتی ہیں۔ میں گزشتہ کئی ماہ سے احمدی فرقے سے متعلق کتب پڑھ رہا ہوں۔ ان کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ بعض باتیں جو پروپیگنڈہ کے طور پر مشہور تھیں یا مشہور ہیں مثلاً کلمہ میں تحریف۔ رسول اللہ کو خاتم نبی نہ ماننا۔ یہ سب کی سب احمدیوں کو بدنام کرنے کے لئے ہیں۔

حج کے سلسلہ میں نظریہ ’فرض‘ اور کیا احمدی حج کے واسطے جاتے ہیں یا نہیں یا انہیں ضرورت نہیں ہے۔ اس سے متعلق کوئی مضمون بدر میں شائع فرمائیں۔“

● ــ محترم ڈاکٹر صاحب! یاد فرمائی کے لئے ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں۔ جہاں تک مقدس فریضۂ حج کا تعلق ہے تو اس بارہ عرض ہے کہ جماعتِ احمدیہ پانچ ارکانِ اسلام (یعنی کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج) پر دل و جان سے ایمان رکھتی ہے۔ اور حج بیت اللہ کو فرض جانتی ہے۔ جماعت کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے فریضۂ حج ادا فرمایا تھا۔ اسی طرح ہزاروں احمدی ہیں جو ہر سال اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس امر کا پتہ لگ جانے پر کہ حج کو جانے والا شخص احمدی ہے، اُسے کافر کہہ کر حج سے روکا جاتا ہے۔ اس لئے جماعتی طور پر ہمارے لئے حج کا پروگرام بنانے میں روک ہے۔ اللہ تعالیٰ ٹھیکیداران اسلام کو عقل و سمجھ عطا کرے۔ اور جب حالات سازگار ہوں گے تو انشاء اللہ جماعتی سطح پر بھی حج کا پروگرام بنایا جائے گا۔

بانیٔ جماعتِ احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی چونکہ اس دور کے علماء نے کفر کے فتوے لگا کر آپ کو واجب القتل قرار دیا تھا (نعوذ باللہ) اور آپ کو راستے کا امن نصیب نہیں تھا اس لئے باوجود شدید دلی خواہش ہونے کے آپ فریضۂ حج ادا نہیں کرسکے تھے۔

ــــ (آگے مسلسل ص۱۶ پر) ــــ

طالبِ دعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم
M/S NISHA LEATHER
SPECIALIST IN LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.
19, A. JAWAHAR LAL NAHRU ROAD,
CALCUTTA – 700081.

Star CHAPPALS
PHONE :- 543105
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS.
105/661, OPP. BLOCK NO. 7 FAHIMABAD COLONY.
KANPUR-1 PIN. 208001

C.K. ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM – 679339. (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

PHONE :- 26-3287.
PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR & MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA – 700072.

● — جرمنی سے شاہ دین اعوان صاحب لکھتے ہیں :-

"میری سمجھ نہیں آتی کہ خط کہاں سے شروع کروں ۔ سب سے پہلے آپ کو اور تمام حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے بدر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمبر میں حصہ لیا ۔ یہ نمبر ہر احمدی کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے ۔

اسی طرح آپ نے بدر میں "اُتم ہندو" کو بھرپور جواب دیا ہے جبکہ غیر احمدی مولوی سو رہے ہیں ۔ یہ ایک بڑے ثواب کا کام ہے ۔ ایک عرض ہے کہ جن اہلِ ہنود کی کتب سے آپ نے "اُتم ہندو" کو جواب دیا ہے مثلاً "ستیارتھ پرکاش" ۔ "اتھروید" کیا یہ اُردو میں مل سکتی ہیں ؟"

★ — اعوان صاحب ! بھرپور تبصرے کے لئے شکریہ ! جن کتب کا آپ نے ذکر فرمایا ہے آجکل یہ ہندی میں مل جاتی ہیں ، اُردو میں نایاب ہیں ۔ ہم نے بھی ہندی سے ہی ترجمہ کرکے اُردو میں حوالے دیئے ہیں ۔ بہرکیف کوشش کر رہا ہوں ۔ اگر یہ کتب مل گئیں تو ارسال کی جائیں گی ۔

نوٹ :— اگر کسی قاری کے پاس اُردو میں ستیارتھ پرکاش اور مقدس وید کے ترجمے ہوں اور وہ اعوان صاحب کو فروخت کرنا چاہتے ہوں تو درج ذیل ایڈریس پر رابطہ کرسکتے ہیں :-

SHAH DIN AWAN
FLUERLEIN SL1 - 25
D. 97076 WUERZBURG, GERMANY

● — مکرم بشیر احمد صاحب گلبرگی یادگیر (کرناٹک) سے رقمطراز ہیں :-

"آپ کا اداریہ "نفرت کی بدبو مت پھیلایئے" قسط ۲ نظر نواز ہوا ۔ ماشاء اللہ ۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ۔ نہایت جاندار مدلل الزامی جواب ہے ۔

اس اداریہ میں آپ نے جس اتھروید کا ذکر فرمایا ہے آیا وہ اتھروید اُردو میں مل سکتی ہے ۔ معلوم کریں تو عین نوازش ہوگی ۔"

★ — بشیر صاحب ! حوصلہ افزائی کے لئے ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں ۔ اس تعلق میں اعوان صاحب کے خط کا جواب آپ پڑھ چکے ہیں ۔ ہم آپ کا ایڈریس بھی لکھ دیتے ہیں ۔ ممکن ہے کوئی دوست اس تعلق میں آپ سے بھی رابطہ کریں ۔

بشیر احمد گلبرگی ۔ احمدیہ لائن ۔ یادگیر ۔ ضلع گلبرگہ (کرناٹک)

واقفینِ نو میں سے بہت گہرے محققین بھی تیار کئے جائیں

"ان سب پہلوؤں کے پیشِ نظر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب واقفینِ نو جو یورپ اور امریکہ میں رہتے ہیں اُن کی ایک بڑی کھیپ تیار کی جائے ۔ ان میں سے کچھ EGYPTO-LOGIST بنیں کچھ دیگر جو آثارِ قدیمہ کے ماہرین مختلف دنیا میں کام کر رہے ہیں ان کے علوم سیکھیں ۔ بڑے بڑے ماہرین کے ساتھ ان کی شاگردی بھی اختیار کریں ۔ وہ زبانیں سیکھیں جن کی ضرورت ہے اور اگلے تیس چالیس سال کے عرصے کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت گہرے احمدی محققین پیدا ہو جائیں جو خدمتِ اسلام اور خدمتِ قرآن کے نظریہ کے ساتھ اپنی تحقیق کو آگے بڑھائیں ۔"

(درس القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
۲۳ فروری (۲۱ رمضان المبارک) ۱۹۹۵ء)

(مُرسلہ :- وکالتِ وقفِ نو)

تندرستی ہزار نعمت ہے

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR

ARROW GYM
CHANDRAN GUTTA

چیف کوچ :- محمد عبد السلیم نیشنل باڈی بلڈر حیدرآباد

وزن کم کرنے ، بڑھانے ، موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں تمام کی جانبو لی ایکسرسائز اور خوراک ۔ باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے (باڈی ویٹ ساتھ لکھیں) مستورات سلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں ۔

باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے ۔

مکمل معلومات کے لئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں :-

M. A. SALEEM (BODY BUILDER). H. NO. 18-2-888/10/71
NIMRA COLONY, FALAKNUMA POST - 500253
HYDERABAD (A. P.) INDIA.

مریضِ عشق کی دُکھتی رگوں کو پھر قرار آیا
بصد شکر و عنایت عاشقوں کا غمگسار آیا

کھلا ہے گُلستانِ یار میں کوئی گُلِ رعنا
کہ بارے بزمِ حُسن و ناز میں بھی اِک نکھار آیا

بدل ڈالیں کہ جس کی آہ نے دُنیا کی تقدیریں
فقیری پیرہن میں وہ امامِ کامگار آیا !

نگاہوں میں چمک آئی دِلوں پر چاندنی اُتری
جب اس ظلمت کدے میں مژدۂ صبحِ بہار آیا

"زمیں آنکھیں اُٹھا تیری دُعائیں عرش تک پہنچیں
فلک آنکھیں جُھکا اقلیمِ دل کا تاجدار آیا" [1]

وہ جس کی آمد آمد کے لئے آنکھیں ترستی تھیں
بفیضِ رحمتِ باری وہ جانِ مرغزار آیا

ملے گی جس کے دورِ خسروی میں دین کو عظمت
وہ عظمت کا عَلَم تھامے ہوئے شاہِ دیار آیا

وہ فخرِ ملتِ بیضا ، فدائے نوعِ انسانی
وہ دینِ احمدِ مختار کا اِک جاں نثار آیا

ہر اُس خوش بخت نے دُنیا و دیں کی عظمتیں پالیں
جو اِس درگاہ میں ہوکر مجسّم انکسار آیا

"نہیں راہ اُس کی عالی بارگاہ تک خود پسندوں کو"
جو آیا ان کی محفل میں وہ بن کر خاکسار آیا

یہاں عشق و وفا ، جُود و سخا کے جام چلتے ہیں
سُنا جس نے بھی وہ اِس بزم میں مستانہ وار آیا

خدا جانے کہ کیا رعنائیاں بھر دی ہیں واں تُو نے
کہ اِس مجلس میں جو اِک بار آیا ۔ بار بار آیا

وفورِ عشق میں ہم نے لُٹا دی عمر کی پُونجی
اُنہیں پھر بھی نہ حیف ، اپنی وفا کا اعتبار آیا

یہ نذرانہ عقیدت کا ، یہ ہدیہ اپنی اُلفت کا
تری خدمت میں لے کر اے صنم ! اِک نابکار آیا

فضل الٰہی انوری
جرمنی ۔

[1] یہ شعر عبد السلام اختر مرحوم کی ایک نظم سے مستعار لیا گیا ہے ۔

بدر کی توسیعِ اشاعت آپ کا قومی فریضہ ہے (مینیجر بدر)